تفسیر ابن کثیر

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

از تحقیقات وتعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



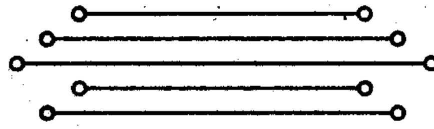
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ
مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا
لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے' اور جو پھل اپنے شگوفوں میں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے انہیں ہوتے ہیں سب کا علم اسے ہے' جس دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو بلا کر دریافت فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو تجھے کہہ سنایا کہ ہم میں سے کوئی اس کا مدعی نہیں ○ یہ جن جن کی پرستش اس سے پہلے کرتے تھے وہ ان کی نگاہوں سے گم ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں ○

قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا اور کسی کو نہیں۔ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد ﷺ سے جب فرشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں۔ [1] قرآن کریم کی ایک آیت میں ہے۔ ﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا﴾ [2] یعنی قیامت کب ہو گی؟۔ اس کے علم کا مدار تیرے رب کی طرف ہی ہے۔ اسی طرح اللہ جل وشانہ نے اور جگہ فرمایا ﴿لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ﴾ [3] مطلب یہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اس اللہ کا علم گھیرے ہوئے ہے' یہاں تک کہ جو پھل شگوفہ سے کھل کر نکلے' جس عورت کو حمل رہے جو بچہ اسے ہو یہ سب اس کے علم میں ہے۔ زمین وآسمان کا کوئی ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ جیسے فرمایا ﴿لا یعزب عن علمہٖ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء﴾ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ [4] یعنی جو پتہ جھڑتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ ہر مادہ کو جو حمل رہتا ہے اور رحم جو کچھ گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔ [5] جس قدر عمریں گھٹتی' بڑھتی ہیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں ایسا کوئی کام نہیں جو اللہ پر مشکل ہو۔ [6] قیامت والے دن مشرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے ساتھ پرستش میں شریک کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ تو ہمارے بارے میں علم رکھتا ہے۔ آج تو ہم میں سے کوئی بھی اس کا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب سؤال جبریل النبی عن الایمان والاسلام (۵۰) وکتاب التفسیر (۴۷۷۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الایمان ما هو بیان خصاله (۵'۱) ترمذی: کتاب الایمان، نسائی: کتاب الایمان، مسند احمد (۲/۴۲۶)]

[2] [النازعات: ۴۴]　[3] [الاعراف: ۱۸۷]　[4] [الانعام: ۵۹]

[5] [الرعد: ۸]　[6] [فاطر: ۱۱]

اقرار نہ کرے گا کہ تیرا کوئی شریک بھی ہے' قیامت والے دن ان کے معبودان باطل سب گم ہو جائیں گے' کوئی نظر نہ آئے گا جو انہیں نفع پہنچا سکے۔ اور یہ خود جان لیں گے کہ آج اللہ کے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں ظن یقین کے معنیٰ میں ہے۔

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّـهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ (1) یعنی گنہگار لوگ جہنم کو دیکھ لیں گے۔ اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَــُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ
اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ
قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ
اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾

بھلائی کے مانگنے سے انسان تھکتا نہیں اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے ○ اور جو مصیبت اسے پہنچ چکی ہے۔ اس کے بعد اگر ہم اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ اس کا تو میں حقدار ہی تھا اور میں تو باور نہیں کر سکتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں اپنے رب کے پاس واپس ہی کیا گیا تو بھی یقیناً میرے لیے اس کے پاس بھی بہتری ہے' ہم یقیناً ان کفار کو ان کے اعمال سے خبردار کریں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے' اور جب ہم انسان پر اپنا انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے ○

انسان کی سرکشی کا بیان: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مال' صحت وغیرہ بھلائیوں کی دعاؤں سے تو انسان تھکتا ہی نہیں اور اگر اس پر کوئی بلا آپڑے یا فقر و فاقہ کا موقع آجائے تو اس قدر ہراساں اور مایوس ہو جاتا ہے کہ گویا اب کسی بھلائی کا منہ نہیں دیکھے گا' اور اگر کسی برائی یا سختی کے بعد کوئی بھلائی اور راحت مل جائے تو کہنے بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ پر یہ تو میرا حق تھا۔ میں اسی کے لائق تھا۔ اب اس نعمت پر پھولتا ہے' اللہ کو بھول جاتا ہے اور صاف منکر بن جاتا ہے۔ قیامت کے آنے کا صاف انکار کر جاتا ہے۔ مال و دولت' راحت و آرام اس کے کفر کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ○ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ (2) یعنی انسان نے جہاں آسائش و آرام پایا وہیں اس نے سر اٹھایا اور سرکشی کی۔ پھر فرماتا ہے کہ اتنا ہی نہیں بلکہ اس بداعمالی پر بھلی امیدیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت آئی بھی اور میں وہاں کھڑا بھی کیا گیا تو جس طرح یہاں سکھ و چین میں ہوں وہاں بھی ہوں گا۔

---

(1) [سورۃ الکہف : ۵۳]   (2) [سورۃ العلق : ۶-۷]

غرض انکار قیامت بھی کرتا ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو مانتا بھی نہیں اور پھر امیدیں لمبی باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے میں یہاں ہوں ویسے ہی وہاں بھی رہوں گا۔ پھر اللہ ان لوگوں کو ڈراتا ہے کہ جن کے یہ اعمال وعقائد ہوں انہیں ہم سخت سزا دیں گے پھر فرماتا ہے کہ جب انسان اللہ کی نعمتیں پالیتا ہے تو اطاعت سے منہ پھیر لیتا ہے اور ماننے سے جی چراتا ہے جیسے فرمایا ﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ﴾ [1] اور جب اسے کچھ نقصان پہنچتا ہے اور بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنے بیٹھ جاتا ہے' عریض کلام اسے کہتے ہیں جس کے الفاظ بہت زیادہ ہوں اور معنی بہت کم ہوں۔ اور جو کلام اس کے خلاف ہو یعنی الفاظ تھوڑے ہوں اور معنی زیادہ ہوں تو اسے وجیز کلام کہتے ہیں۔ وہ بہت کم اور بہت کافی ہوتا ہے اسی مضمون کو اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖ﴾ [2] الخ' جب انسان کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر لیٹ کر اور بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر غرض ہر وقت ہم سے مناجات کرتا رہتا ہے اور جب وہ تکلیف ہم دور کر دیتے ہیں تو اس بے پرواہی سے چلا جاتا ہے کہ گویا اس مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ
فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ
لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ
فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

تو کہہ کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہو پھر تم نے اسے نہ مانا پس اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہوگا جو حق سے دور پڑ کر مخالفت میں رہ جائے ○ عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذاتوں میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے' کیا تیرے رب کا ہر چیز سے واقف و آگاہ ہونا کافی نہیں؟ ○ یقین جانو کہ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے سے شک میں ہیں' یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے ○

قرآن کریم کی صداقت کے بعض دلائل: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ قرآن کے جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو کہ مان لو یہ قرآن سچ مچ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تم اسے جھٹلا رہے ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اپنے کفر اور اپنی مخالفت کی وجہ سے راہ حق اور مسلک ہدایت سے بہت دور نکل گیا ہو' پھر اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور حجتیں انہیں ان کے گردونواح میں دنیا کے چاروں طرف دکھا دیں گے۔ مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوں گی'

[1] [سورۃ الزاریات: آیت ۳۹]

[2] [سورۃ یونس: آیت ۱۲]

وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے۔ تمام دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان میں موجود ہوں گی کافر لوگ تعداد اور شان وشوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی مٹھی بھر اہل حق ان کو زیروزبر کردیں گے۔ اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت الٰہی کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب و جبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ روپ وغیرہ اسکے خالق وصانع کی بہترین یادگاریں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ پھر اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت کبھی کوئی حالت ۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا، بیماری، تندرستی، تنگی، فراخی، رنج، اور راحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں۔

شیخ ابو جعفر قرشی نے اپنے اشعار میں بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔ الغرض یہ اندرونی اور بیرونی آیات قدرت اس قدر ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی باتوں کی حقانیت کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی بس کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال وافعال سے بخوبی واقف ہے۔ جب وہ فرما رہا ہے کہ پیغمبر صاحب ﷺ سچے ہیں تو پھر تمہیں کیا شک؟ جیسے ارشاد ہے ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ [1] الخ، یعنی لیکن اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ جو تمہارے پاس بھیجی ہے اور اپنے علم کے ساتھ نازل فرمائی ہے خود گواہی دے رہا ہے اور فرشتے اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے، پھر فرماتا ہے کہ دراصل ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں اسی لئے بے فکر ہیں نیکیوں سے غافل ہیں برائیوں سے بچتے نہیں۔ حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا لوگو! میں نے تمہیں کسی نئی بات کے لئے جمع نہیں کیا بلکہ صرف اس لئے تمہیں جمع کیا ہے کہ تمہیں یہ سنا دوں کہ روز جزا کے بارے میں میں نے خوب غور کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے اور اسے جھوٹا جاننے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ پھر آپ منبر سے اتر آئے۔ آپ کے اس فرمان کا کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے یہ مطلب ہے کہ سچ جانتا ہے پھر تیاری نہیں کرتا اور اس کی دل ہلا دینے والی دہشت ناک حالتوں سے غافل ہے اس سے ڈر کر وہ اعمال نہیں کرتا جو اسے اس روز کے ڈر سے امن دے سکیں۔ پھر اپنے آپ کو اس کا سچا جاننے والا بھی کہتا ہے لہو ولعب، غفلت وشہوت گناہ اور حماقت میں مبتلا ہے اور قیام قیامت کے قریب ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز پر اس کا احاطہ ہے قیام قیامت اس پر بالکل سہل ہے۔ ساری مخلوق اس کے قبضے میں ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ تھام نہیں سکتا۔ جو اس نے چاہا ہوا جو چاہے گا ہو کر رہے گا۔ اس کے سوا حقیقی حاکم کوئی نہیں نہ اس کے سوا کسی اور کی ذات کسی قسم کی عبادت کے قابل ہے۔ الحمد للہ سورہ حم السجدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ١٦٦]

تفسیر سورۃ الشوریٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶﴾

عنایت ومہربانی کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع

اللہ تعالٰی جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے اسی طرح تیری طرف اور تجھ سے اگلوں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے ○ آسمانوں کی تمام چیزیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے' وہ برتر اور عظیم الشان ہے ○ قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور تمام فرشتے اپنے رب کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور زمین والوں کیلئے استغفار کر رہے ہیں' خوب سمجھ رکھو کہ اللہ ہی معاف فرمانے والا رحمت کرنے والا ہے ○ جن لوگوں نے اس کے سوا دوسروں کو کارساز بنا لیا ہے اللہ انہیں خوب دیکھ بھال رہا ہے تو ان کا ذمہ دار نہیں ہے ○

حٰمٓ عٓسٓقٓ کی وضاحت: حروف مقطعات کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ نے یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے جو منکر ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس وقت آپ کے پاس حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس نے حروف کی تفسیر آپ سے پوچھی آپ نے ذرا سی دیر سر نیچا کر لیا پھر منہ پھیر لیا اس شخص نے پھر یہی سوال کیا آپ نے پھر بھی منہ پھیر لیا اور اس کے سوال کو برا جانا اس نے پھر تیسری مرتبہ پوچھا۔ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے کیوں ناپسند کر رہے ہیں۔ ان کے اہل بیت میں سے ایک شخص کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے جسے عبدالالہٰ اور عبداللہ کہا جاتا ہوگا وہ مشرق کی نہروں میں سے ایک نہر پر اترے گا۔ اور وہاں دو شہر بسائے گا نہر کو کاٹ کر دونوں شہروں میں لے جائے گا جب اللہ تعالٰی ان کے ملک کے زوال اور ان کی دولت کے استیصال کا ارادہ کرے گا۔ اور ان کا وقت ختم ہونے کو ہوگا تو ان دونوں شہروں میں سے ایک پر رات کے وقت آگ آئے گی جو اسے جلا کر بھسم کر دے گی وہاں کے لوگ صبح کو اسے دیکھ کر تعجب کریں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا یہاں کچھ تھا ہی نہیں صبح ہی صبح وہاں تمام بڑے بڑے سرکش متکبر مخالف حق لوگ جمع ہوں گے اسی وقت اللہ تعالٰی ان سب کو اس شہر سمیت غارت کر دے گا۔ یہی معنی ہیں ﴿حٰمٓ عٓسٓقٓ﴾ کے یعنی اللہ کی طرف سے یہ عزیمت یعنی

ضروری ہے یہ فتنہ قضا کیا ہوا یعنی فیصل شدہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عین سے مراد عدل سین سے مراد "سَيَكُوْنُ" یعنی یہ عنقریب ہو کر رہے گا ق سے مراد واقع ہونے والا ان دونوں شہروں میں ۔اس سے بھی زیادہ غربت والی ایک اور روایت مسند حافظ ابو یعلی کی دوسری جلد میں مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے ۔ جو مرفوع بھی ہے لیکن اس کی سند بالکل ضعیف ہے ۔اور منقطع بھی ہے ۔اس میں ہے کہ کسی نے ان حروف کی تفسیر آنحضرت ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جلدی سے کھڑے ہوئے اور فرمایا ہاں میں نے سنی ہے ۔حٰم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے عین سے مراد ﴿عَايَنَ الْمُوَلُّوْنَ عَذَابَ يَوْمِ بَدْرٍ﴾ ہے ۔سین سے مراد ﴿سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ق سے کیا مراد ہے اسے آپ نہ بتا سکے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق تفسیر کی اور فرمایا ق سے مراد قارعہ آسمانی ہے جو تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا ۔ (1) ترجمہ یہ ہوا کہ بدر کے دن پیٹھ موڑ کر بھاگنے والے کفار نے عذاب کا مزہ چکھ لیا ۔ان ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کتنا برا انجام ہوا؟ ان پر آسمانی عذاب آئے گا جو انہیں تباہ و برباد کر دے گا' پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! جس طرح تم پر اس قرآن کی وحی نازل ہوئی ہے اسی طرح تم سے پہلے کے پیغمبروں پر کتابیں اور صحیفے نازل ہو چکے ہیں ۔ یہ سب اللہ کی طرف سے اترے ہیں جو اپنا انتقام لینے میں غالب اور زبردست ہے جو اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے ۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے مجھ سے باتیں کر جاتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں ۔حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سخت جاڑوں کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو شدت وحی سے آپ پانی پانی ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پیشانی سے پسینہ کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں ۔ (2) (بخاری و مسلم) مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور سے وحی کی کیفیت پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ایک زنجیر کی سی گھڑ گھڑاہٹ سنتا ہوں پھر کان لگا لیتا ہوں ایسی وحی میں مجھ پر اتنی شدت ہوتی ہے کہ ہر مرتبہ مجھے اپنی روح نکل جانے کا گمان ہوتا ہے ۔ (3) شرح صحیح بخاری کے شروع میں ہم کیفیت وحی پر مفصل کلام کر چکے ہیں ۔وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

---

(1) [ضعیف : اس کی سند میں حسن خشنی راوی ضعیف ہے، مزید یہ منقطع بھی ہے ۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله (۲) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب عرق النبی فی البرد و حین یاتیه الوحی (۲۳۳۳) ترمذی : کتاب المناقب ، مسند احمد (۲۵۷/۶)]

(3) [حدیث صحیح وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۲۲۲/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تو شواہد کی بنا پر صحیح ہے البتہ یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے ۔]

پھر فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی غلام ہے اس کی ملکیت ہے اس کے دباؤ تلے اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔ وہ بلندیوں والا اور بڑائیوں والا ہے۔ وہ بہت بڑا اور بہت بلند ہے وہ اونچائی والا اور کبریائی والا ہے۔ اس کی عظمت اور جلالت کا یہ حال ہے کہ قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں۔ فرشتے اس کی عظمت پر کپکپاتے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں' اور زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں' جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ﴾ [1] الخ' یعنی حاملان عرش اور اس کے قرب و جوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت و علم سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے کے تابع ہیں انہیں عذاب جہنم سے بچا لے۔ پھر فرمایا جان لو کہ اللہ غفور و رحیم ہے' پھر فرماتا ہے کہ مشرکوں کے اعمال کی دیکھ بھال میں آپ کر رہا ہوں انہیں خود ہی پورا پورا بدلہ دوں گا۔ تیرا کام صرف انہیں آگاہ کر دینا ہے تو کچھ ان پر داروغہ نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۞ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞

اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے اس لئے کہ تو مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر دے اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ڈرا دے' ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا ○ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی طریقے کا بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے' ظالموں کا حامی اور مددگار کوئی نہیں ○

قرآن کا نزول بذریعہ وحی: یعنی جس طرح اے نبی آخر الزمان ﷺ تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر وحی الٰہی آتی رہی تم پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے۔ یہ عربی میں بہت واضح بالکل کھلا ہوا اور سلجھے ہوئے بیان والا ہے' تاکہ تو شہر مکہ کے رہنے والوں کو احکام الٰہی اور اللہ کے عذاب سے آگاہ کر دے' نیز تمام اطراف عالم کو۔ آس پاس سے مراد مشرق مغرب کی ہر سمت ہے۔ مکہ شریف کو ام القریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ تمام شہروں سے افضل و بہتر ہے۔ اس کے دلائل بہت سے ہیں جو اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں۔ ہاں! یہاں پر ایک دلیل جو مختصر بھی ہے اور صاف بھی ہے۔ سن لیجئے۔ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' مسند احمد وغیرہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا آپ مکہ شریف کے بازار خزورہ میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے۔ کہ

[1] [سورہ غافر : آیت ۷]

اے مکہ! قسم ہے اللہ کی تو اللہ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے۔ اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو قسم ہے اللہ کی ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔ (1)

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو قیامت کے دن سے سب کو ڈرا دے جس دن تمام اول و آخر زمانے کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں۔ جس دن کچھ لوگ جنتی ہوں گے اور کچھ جہنمی۔ یہ وہ دن ہوگا کہ جنتی نفع میں رہیں گے اور جہنمی گھاٹے میں۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّـهُ النَّاسُ﴾ (2) الخ، یعنی ان واقعات میں اس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ آخرت کا وہ دن ہے جس میں تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے۔ ہم تو اسے تھوڑی سی مدت معلوم کے لئے موخر کئے ہوئے ہیں۔ اس دن کوئی شخص بغیر اللہ کی اجازت کے بات تک نہ کر سکے گا ان میں سے بعض تو بدقسمت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ایک مرتبہ دو کتابیں اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر آئے اور ہم سے پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ہمیں تو خبر نہیں آپ فرمائیے۔ آپ نے اپنی داہنے ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ رب العالمین کی کتاب ہے جس میں جنتیوں کے نام ہیں مع ان کے والد اور ان کے قبیلہ کے نام کے اور آخر میں حساب کر کے میزان لگا دی گئی ہے اب ان میں نہ ایک بڑھے نہ ایک گھٹے۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ جہنمیوں کے ناموں کا رجسٹر ہے انکے نام ان کی ولدیت اور ان کی قوم سب اس میں لکھی ہوئی ہے پھر آخر میں میزان لگا دی گئی ہے ان میں بھی کمی بیشی ناممکن ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا پھر ہمیں عمل کی کیا ضرورت؟ جب کہ سب لکھا جا چکا ہے آپ نے فرمایا ٹھیک ٹھاک رہو، بھلائی کی نزدیکی لئے رہو۔ اہل جنت کا خاتمہ نیکیوں اور بھلے اعمال پر ہی ہوگا گو وہ کیسے ہی اعمال کرتے ہوں اور اہل نار کا خاتمہ جہنمی اعمال پر ہی ہوگا گو وہ کیسے ہی کاموں کے مرتکب رہے ہوں۔ پھر آپ نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا تمہارا رب عزوجل بندوں کے فیصلوں سے فراغت حاصل کر چکا ہے۔ ایک فرقہ جنت میں ہے

---

(1) [صحیح : مسند احمد (٤/٣٠٥) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب فضل مکة (٣١٠٨) ترمذی : کتاب المناقب : باب فضل مکة (٣٩٢٥) صحیح ابن حبان (٣٧٠٨) دارمی (٢٥١٣) مسند عبد بن حمید (٤٩١) نسائی فی السنن الکبری : کتاب الحج : باب فضل مکة (٤٢٥٢) ابن ابی عاصم فی الاحاد والمثانی (٦٢١) الفسوی فی التاریخ (١/٢٤٤) مستدرك حاکم (٣/٤٣١) ابن الاثیر فی اسد الغابة (٣/٣٣٦) ابن حزم فی المحلی (٢٨٩٧)] امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجه]

(2) [سورہ ھود : آیت ١٠٣، ١٠٥]

اور ایک جہنم میں اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارہ کیا گویا کوئی چیز پھینک رہے ہیں۔ (1) یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ یہی حدیث اور کتابوں میں بھی ہے۔

کسی میں یہ بھی ہے کہ یہ تمام عدل ہی عدل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی تمام اولاد ان میں سے نکالی اور چیونٹیوں کی طرح وہ میدان میں پھیل گئی تو اسے اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا ایک حصہ نیکوں کا دوسرا حصہ بدوں کا۔

پھر انہیں پھیلا دیا دوبارہ انہیں سمیٹ لیا اور اسی طرح اپنی مٹھیوں میں لے کر فرمایا ایک حصہ جنتی اور دوسرا جہنمی۔ یہ روایت موقوف ہی ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوعبداللہ نامی صحابی رضی اللہ عنہ بیمار تھے ہم لوگ ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے۔ دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ اپنی مونچھیں کم رکھا کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو اس پر صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تو یہ حدیث رلا رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دائیں مٹھی میں مخلوق لی اور اسی طرح دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں بھی اور فرمایا یہ لوگ اس کیلئے ہیں (یعنی جنت کیلئے) اور یہ اس کیلئے ہیں (یعنی جہنم کیلئے) اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

پس مجھے خبر نہیں کہ اللہ کی کس مٹھی میں میں تھا؟ (2) اس طرح کی اثبات تقدیر کی اور بہت سی حدیثیں ہیں، پھر فرماتا ہے اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب کو ایک ہی طریقے پر کر دیتا یعنی یا تو ہدایت پر یا گمراہی پر لیکن رب نے ان میں تفاوت رکھا بعض کو حق کی ہدایت کی اور بعض کو اس سے بھلا دیا اپنی حکمت کو وہی جانتا ہے۔ جسے وہ چاہے اپنی رحمت تلے کھڑا کر لے ظالموں کا حمایتی اور مددگار کوئی نہیں۔

ابن جریر میں ہے اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب تو نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا پھر ان میں سے کچھ کو تو جنت میں لے جائے گا اور کچھ اوروں کو جہنم میں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ سب ہی جنت میں جاتے۔ جناب باری نے ارشاد فرمایا موسیٰ اپنا پیرہن اونچا کرو آپ نے اونچا کیا پھر فرمایا اور اونچا کرو آپ نے اور اونچا کیا فرمایا اور اوپر کو اٹھاؤ جواب دیا اے اللہ اب تو سارے جسم سے اونچا کر لیا سوائے اس جگہ کے جس کے اوپر سے ہٹانے میں خیر نہیں۔ فرمایا بس موسیٰ اسی طرح میں بھی اپنی مخلوق کو جنت میں داخل کروں گا۔ سوائے ان کے جو بالکل ہی خیر سے خالی ہیں۔ (3)

---

(1) [صحیح: ترمذی: کتاب القدر: باب ما جآء ان الله کتب کتابا لاهل الجنة واهل النار (۲۱٤۱) مسند احمد (۱٦۷/۲) دارمی فی الرد علی الجهمية (۲٦۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵/۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (۸٤۸)]

(2) [صحیح: مسند احمد (۱۷٦/٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔]

(3) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۰/۱۱)]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۹ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ ع
اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۱۰ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ
لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۱۱ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۱۲

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا لئے ہیں' حقیقتاً تو اللہ ہی کارساز ہے' وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ○ جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے' یہی اللہ میرا پالنے والا ہے جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں ○ وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنا دیئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں' تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے' اس جیسی کوئی چیز نہیں' وہ سنتا دیکھتا ہے ○ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ہیں' جس کی چاہے روزی کشادہ کر دے اور تنگ کر دے' یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ○

مشرکین کا مشرکانہ فعل: اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی قباحت بیان فرماتا ہے جو وہ اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کرتے تھے۔ اور بیان فرماتا ہے کہ سچا ولی اور حقیقی کارساز تو میں ہوں۔ مردوں کو جلانا (زندہ کرنا) میری صفت ہے۔ ہر چیز پر قابو اور قدرت رکھنا میرا وصف ہے۔ پھر میرے سوا اور کی عبادت کیسی؟ پھر فرماتا ہے جس کسی امر میں تم میں اختلاف رونما ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ کی طرف لے جاؤ' یعنی تمام دینی اور دنیوی اختلاف کے فیصلے کی چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مانو۔ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ [1] اگر تم میں کوئی جھگڑا ہو تو اسے اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لے جاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو ہر چیز پر حاکم ہے وہی میرا رب ہے۔ میرا توکل اسی پر ہے اور اپنے تمام کام اسی کی طرف سونپتا ہوں اور ہر وقت اس کی جانب رجوع کرتا ہوں' وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کل مخلوق کا خالق ہے اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنا دیئے یعنی مرد وعورت' اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے جو آٹھ ہیں' وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے یعنی اسی صفت پر یعنی جوڑا جوڑا پیدا کرتا جا رہا ہے نسلوں کی نسلیں پھیلا دیں قرنوں گزر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا۔ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد رحم میں پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں پیٹ میں' بعض کہتے ہیں اسی طریق پر پھیلانا ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نسلیں پھیلانی مراد ہے۔

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۵۹]

بعض کہتے ہیں یہاں "فِیْہِ" معنی میں "بِہٖ" کے ہے یعنی مرد اور عورت کے جوڑے سے نسل انسانی کو وہ پھیلا رہا اور پیدا کر رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ خالق کے ساتھ کوئی اور نہیں وہ فرد و صمد ہے وہ بےنظیر ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ آسمان و زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔

سورۂ زمر میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا متصرف مالک و حاکم وہی یکتا لاشریک ہے۔ جسے چاہے کشادہ روزی دے جس پر چاہے تنگی کر دے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں۔ اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا
بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ
عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ
اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی شریعت مقرر کر دی جس کے قائم کرنے کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا ہے اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا' جس چیز کی طرف تو انہیں بلا رہا ہے وہ تو ان مشرکوں پر بڑی گراں گزرتی ہے' اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا برگزیدہ بنائے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے ○ ان لوگوں نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد ہی اختلاف کیا اور وہ بھی باہمی ضد بحث سے ہی' اور اگر تیرے رب کی بات ایک وقت مقرر تک کے لئے پہلے ہی سے قرار پا گئی ہوئی نہ ہوتی تو یقیناً ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا' اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کی طرف سے شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں ○

شریعت محمدی کی بنیاد بھی وہی اُمور جو دیگر شریعتوں کی بنیاد تھے: اللہ تعالیٰ نے جو انعام اس امت پر کیا ہے اس کا ذکر یہاں فرماتا ہے کہ تمہارے لئے جو شرع مقرر کی ہے' وہ وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان کے اولوالعزم پیغمبروں کی تھی۔

پس یہاں جن پانچ پیغمبروں کا ذکر ہوا ہے۔ انہی پانچ کا ذکر سورۂ احزاب میں بھی کیا گیا ہے۔ فرمایا ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ ﴾ [1] الخ' وہ دین جو تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترک طور پر ہے وہ اللہ واحد کی عبادت ہے۔ جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ

[1] [سورۃ الاحزاب : آیت ۷]

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ① یعنی تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں ان سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی ہے کہ معبود میرے سوا کوئی نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرتے رہو۔ حدیث میں ہے ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے' جیسے علاتی بھائیوں کا باپ ایک ہوتا ہے۔ ②

الغرض احکام شرح میں گو جزوی اختلاف ہو۔ لیکن اصولی طور پر دین ایک ہی ہے' اور وہ توحید باری تعالیٰ عزاسمہ ہے فرمان اللہ ہے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ ③ تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے شریعت وراہ بنا دی ہے۔ یہاں اس وحی کی تفصیل یوں بیان ہو رہی ہے کہ دین کو قائم رکھو' جماعت بندی کیساتھ اتفاق سے رہو' اختلاف اور پھوٹ نہ کرو' پھر فرماتا ہے کہ یہی توحید کی صدائیں ان مشرکوں کو ناگوار گزرتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جو مستحق ہدایت ہوتا ہے وہ رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ اس کا ہاتھ تھام کر ہدایت کے راستے لا کھڑا کرتا ہے اور جو از خود برے راستے کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ چھوڑ دیتا ہے اللہ بھی اس کے ماتھے پر ضلالت لکھ دیتا ہے جب ان کے پاس حق آ گیا حجت ان پر قائم ہو چکی۔ اس وقت وہ آپس میں ضد اور بحث کی بنا پر مختلف ہو گئے۔ اگر قیامت کا دن حساب وکتاب اور جزا وسزا کے لئے مقرر شدہ نہ ہوتا تو ان کے ہر بدعمل کی سزا انہیں یہیں اسی وقت مل جایا کرتی۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ گزشتہ جو پہلوں سے کتابیں پائے ہوئے ہیں۔ یہ صرف تقلیدی طور پر مانتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مقلد کا ایمان شک شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ انہیں خود یقین نہیں دلیل وحجت کی بناء پر ایمان نہیں' بلکہ یہ اپنے پیشروؤں کے جو حق کے جھٹلانے والے تھے مقلد ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

پس تو لوگوں کو اسی طرف بلاتا رہ' اور جو کچھ تجھ سے ظاہر کیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جا' اور ان کی خواہشوں پر نہ چل' اور کہہ دے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان سب پر ایمان ہے' اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں' ہمارا اور تم سب کا پروردگار اللہ ہی ہے' ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں' ہم تم میں کوئی گفتگو نہیں' اللہ ہم سب کو جمع کرے گا' اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ○

ایک آیت میں دس احکام: اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے

---

① [سورۃ الانبیاء : آیت ۲۵]

② **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی واذکر فی الکتاب مریم اذا انتبذت من اهلها (۳۴۴۲_۳۴۴۳) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضائل عیسی (۲۳۶۵)]

③ [سورۃ المائدہ : آیت ۴۸]

باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے۔ یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے۔

① پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ جو وحی تجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہی وحی تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام پر آتی رہی ہے اور جو شرع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے اور وہی تجھ سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے مقرر کی گئی تھی، تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے ہر ایک کو اسی کی طرف بلا اور اسی کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ۔

② اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ووحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کر۔

③ مشرکین نے جو کچھ اختلاف کر رکھے ہیں جو تکذیب وافترا ان کا شیوہ ہے جو عبادت غیر اللہ ان کی عادت ہے خبردار تو ہرگز ہرگز ان کی خواہش اور ان کی چاہتوں میں نہ آ جانا۔ ان کی ایک بھی نہ ماننا۔

④ اور علی الاعلان اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کر کہ اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے۔ میرا یہ کام نہیں کہ ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں، ایک کو لے لوں اور ایک کو چھوڑ دوں۔

⑤ میں تم میں بھی وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو اللہ کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں۔ اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔

⑥ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارا تمہارا معبود برحق وہی ہے۔ اور وہی سب کا پالنہار ہے۔ گو کوئی اپنی خوشی سے اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے اور سجدے میں پڑی ہوئی ہے۔

⑦ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہیں بھرنی۔ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں، جیسے اور آیت میں ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ تم میرے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار۔ [1]

⑧ ہم تم میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہیں۔ کسی بحث مباحثے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حکم تو مکہ میں تھا لیکن مدینے میں جہاد کے احکام اترے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد کی آیتیں ہجرت کے بعد کی ہیں۔

⑨ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا﴾ [2] الخ یعنی تو کہہ دے کہ ہمیں ہمارا رب جمع کرے گا پھر ہم میں حق کے ساتھ فیصلے کرے گا اور وہی فیصلے کرنے والا اور علم والا ہے۔

⑩ پھر فرماتا ہے لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔

---

① [سورۃ یونس: آیت ٤١] ② [سبا: ٢٦]

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ
رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا
الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿١٨﴾

جولوگ اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں اس کے بعد کہ مخلوق اسے مان چکی ان کی کٹ حجتی اللہ کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کیلئے سخت مار ہے ○ اللہ تعالیٰ نے حق کیساتھ کتاب نازل فرمائی ہے اور ترازو بھی اتارا ہے اور تجھے کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو ○ اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے' اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے لرزاں و ترساں ہیں' انہیں اس کے حق ہونے کا پورا علم ہے' یاد رکھو جو لوگ قیامت کے معاملہ میں لڑ جھگڑ رہے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ○

منکرین قیامت گمراہی میں مبتلا ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو ایمان داروں سے فضول حجتیں کیا کرتے ہیں۔ انہیں راہ ہدایت سے بہکانا چاہتے ہیں' اور اللہ کے دین میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ ان کی حجت باطل ہے' ان پر رب غضبناک ہے۔ اور انہیں قیامت کے روز سخت تر ناقابل برداشت مار ماری جائے گی۔ ان کی طمع پوری ہونی یعنی مسلمانوں میں پھر دوبارہ جاہلیت کی خو بو آنا محال ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا بھی یہ جادو نہیں چلنے دے گا۔ ناممکن ہے کہ مسلمان ان کے موجودہ دین کو اپنے سچے' اچھے' اصل اور کھرے دین پر ترجیح دیں۔ اور اس دین کو لیں جس میں جھوٹ ملا ہوا ہے جو محرف و مبدل ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے حق کیساتھ کتاب نازل فرمائی اور عدل و انصاف اتارا۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾ [1] الخ' یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب اور میزان اتارا تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا﴾ [2] الخ' یعنی آسمان کو اسی نے اونچا کیا اور ترازوؤں کو اسی نے رکھا تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو مت گھٹاؤ۔ پھر فرماتا ہے تو نہیں جان سکتا کہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اس میں خوف و لالچ دونوں ہی ہیں۔ اور اس میں دنیا سے بے رغبت کرنا بھی مقصود ہے۔ پھر فرمایا اس کے منکر تو جلدی مچا رہے ہیں کہ قیامت کیوں نہیں آتی؟ وہ کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو قیامت قائم کر دو کیونکہ ان کے نزدیک قیامت کا ہونا محال ہے۔ لیکن ان کے برخلاف ایمان دار اس سے کانپ رہے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ روز جزا کا آنا حتمی اور ضروری ہے۔ یہ اس سے ڈر کر وہ اعمال بجا لا رہے ہیں جو انہیں اس روز کام دیں۔ ایک بالکل صحیح حدیث میں ہے جو تقریباً تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ ایک

---

[1] [الحدید: ٢٥]
[2] [الرحمن: ٧-٩]

شخص نے بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ یہ واقعہ سفر کا ہے وہ حضرت ﷺ سے کچھ دور تھے' آپ نے فرمایا ہاں ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے تو بتا کہ تو نے اس کے لئے تیاری کیا کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ آپ نے فرمایا تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ (۱) ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا تھا۔ (۲) یہ حدیث یقیناً متواتر ہے۔ الغرض حضور ﷺ نے اس سوال کے جواب میں قیامت کا تعین نہیں کیا بلکہ سائل کو اس دن کے لئے تیاری کرنے کو فرمایا۔ پس قیامت کے آنے کے وقت کا علم سوائے اللہ کے کسی اور کو نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اس کے منکر ہیں اسے محال جانتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں سچی سمجھ صحیح عقل سے دور پڑے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے بھٹک کر بہت دور نکل گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ زمین و آسمان کا ابتدائی خالق اللہ کو مانیں اور انسان کو مار ڈالنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے پر اسے قادر نہ جانیں۔ جس نے بغیر کسی نمونے کے اور بغیر کسی جزء کے ابتداً اسے پیدا کر دیا تو دوبارہ جب کہ اس کے اجزا بھی کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں اسے پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہے۔ بلکہ عقل سلیم بھی تسلیم کرتی ہے کہ اب تو اور بھی آسان ہے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ
يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ
مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ
الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے ہی لطف کرنے والا ہے جسے چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے' وہ بڑی طاقت والا اور بڑے غلبہ والا ہے ○ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں اور ترقی دیں گے' اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے' ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ○ کیا ان لوگوں نے

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب علامة حب الله (٦١٧١) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب المرء من احب (٢٦٣٩)]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب (٦١٧٠) صحیح مسلم: کتاب البر و الصلة (٢٦٤١) مسند احمد (١/٣٩٢)]

ایسے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ان کیلئے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں‘ اگر فیصلے کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو (ابھی ہی) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا‘ یقیناً ان ظالموں کیلئے ہی دردناک عذاب ہے ○ تو دیکھے گا کہ یہ ظالم اپنے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے‘ جو یقیناً ان پر واقع ہونے والے ہیں‘ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیئے وہ بہشتوں کے باغات میں ہوں گے‘ وہ جو چاہت کریں گے اپنے رب کے پاس موجود پائیں گے‘ یہی ہے بڑا فضل ○

اللہ بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے ایک کو دوسرے کے ہاتھ سے روزی پہنچا رہا ہے۔ ایک بھی نہیں جسے اللہ بھول جائے نیک بد ہر ایک اس کے ہاں کا وظیفہ خوار ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ [1] الخ‘ زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کی روزیوں کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر ایک کے رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔ اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا بھی ہے۔ وہ جس کیلئے چاہتا ہے کشادہ روزی مقرر کرتا ہے‘ وہ طاقتور غالب ہے‘ جسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ پھر فرماتا ہے جو آخرت کے اعمال کی طرف اس کی توجہ کرتا ہے ہم خود اس کی مدد کرتے ہیں اسے قوت وطاقت دیتے ہیں۔ اس کی نیکیاں بڑھاتے رہتے ہیں کسی نیکی کو دس گنی کر دیتے ہیں کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ الغرض آخرت کی چاہت جس دل میں ہوتی ہے اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق اللہ کی طرف سے عطاء فرمائی جاتی ہے۔ اور جس کی تمام کوششیں دنیا حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہیں آخرت کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو وہ دونوں جہاں سے محروم رہتا ہے۔ دنیا کا ملنا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے ممکن ہے وہ ہزاروں جتن کر لے اور دنیا سے بھی محروم رہ جائے‘ بدنیتی کے باعث عقبیٰ تو برباد کر ہی چکا تھا۔ دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہان سے بھی گیا گزرا اور اگر تھوڑی سی دنیا مل بھی گئی تو کیا۔

چنانچہ دوسری آیت میں اس مضمون کو مقید بیان کیا گیا ہے۔ فرمان ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ﴾ [2] الخ یعنی جو شخص دنیا کا ہوگا ایسے لوگوں میں سے ہم جسے چاہیں اور جتنا چاہیں دے دیں گے پھر اس کیلئے جہنم تجویز کریں گے۔ جس میں وہ بدحال اور راندہ درگاہ ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت کی طلب کرے گا اور اس کے لئے جو کوشش کرنی چاہے کرے گا اور وہ باایمان بھی ہوگا۔ تو ناممکن ہے کہ اس کی کوشش کی قدردانی نہ کی جائے۔ دنیوی بخشش وعطا تو عام ہے۔ اس سے ہم ان سب کی امداد کیا کرتے ہیں اور تیرے رب کی یہ دنیوی عطا کسی پر بند نہیں‘ خود دیکھ لو کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دے رکھی ہے‘ یقین مان لو کہ درجوں کے اعتبار سے بھی اور فضیلت کی حیثیت سے بھی آخرت بہت بڑی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس امت کو برتری اور بلندی کی نصرت اور سلطنت کی خوشخبری ہو۔ ان میں سے جو شخص دینی عمل دنیا

---

[1] [سورۃ ھود: آیت ٦]

[2] [سورۃ الاسراء: آیت ١٨-٢١]

کیلئے کرے گا اسے آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا' [1] پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین اللہ کے دین کی تو پیروی کرتے
نہیں بلکہ جن شیاطین اور انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں انہی احکام کے مجموعے
کو دین سمجھتے ہیں۔ حلال وحرام کا تعین اپنے ان بڑوں کے کہنے پر کرتے ہیں انہی کے ایجاد کردہ عبادات کے طریقے
استعمال کر رہے ہیں' اسی طرح مال کے احکام بھی از خود تراشیدہ ہیں جنہیں شرعی سمجھ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں
بعض جانوروں کو انہوں نے از خود حرام کر لیا تھا مثلاً وہ جانور جس کا کان چیر کر اپنے معبودان باطل کے نام چھوڑ دیتے
تھے اور داغ دے کر سانڈ چھوڑ دیتے تھے اور مادہ بچے کو حمل کی صورت میں ہی ان کے نام کر دیتے تھے جس اونٹ سے
دس بچے حاصل کر لیں اسے ان کے نام چھوڑ دیتے تھے پھر انہیں ان کی تعظیم کے خیال سے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔
اور بعض چیزوں کو حلال کر لیا تھا جیسے مردار' خون اور جوا۔ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے عمرو بن
لحی بن قمعہ کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام
پر جانوروں کا چھوڑنا بتایا [2] یہ شخص خزاعہ کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اسی نے سب سے پہلے ان کاموں کی ایجاد کی
تھی۔ جو جاہلیت کے کام عربوں میں مروج تھے۔ اسی نے قریشیوں کو بت پرستی میں ڈال دیا۔ اللہ اس پر اپنی پھٹکار
نازل فرمائے۔ فرماتا ہے کہ اگر میری یہ بات پہلے سے میرے ہاں طے شدہ نہ ہوتی کہ میں گنہگاروں کو قیامت کے
آنے تک ڈھیل دوں گا۔ تو میں آج ہی ان کفار کو اپنے عذاب میں جکڑ لیتا۔ اب انہیں قیامت کے دن جہنم کے
المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے' میدان قیامت میں تم دیکھو گے کہ یہ ظالم لوگ اپنے کرتوتوں سے لرزاں و
ترساں ہوں گے۔ مارے خوف کے تھرا رہے ہوں گے۔ لیکن آج کوئی چیز نہیں ہوگی جو انہیں بچا سکے۔ آج تو یہ
اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے۔ ان کے بالکل برعکس ایماندار' نیکوکار لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ امن چین سے جنتوں
کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ ان کی ذلت ورسوائی ڈر خوف ان کی عزت بڑائی امن چین کا خیال کر لو۔ وہ
طرح طرح کی مصیبتوں تکلیفوں میں ہوں گے' یہ طرح طرح کی راحتوں اور لذتوں میں ہوں گے۔ عمدہ بہترین
غذائیں' بہترین لباس' مکانات' بہترین بیویاں اور بہترین ساز وسامان انہیں ملے ہوئے ہوں گے جن کا دیکھنا سننا
تو کہاں؟ کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی یہ چیزیں نہیں آ سکتیں۔ حضرت ابوطیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنتیوں
کے سروں پر ابر آئے گا اور انہیں ندا ہوگی کہ بتاؤ کس چیز کی بارش چاہتے ہو؟ پس وہ لوگ جس چیز کی بارش چاہیں

---

[1] [اسنادہ قوی: مسند احمد (۱۳۴/۵) بغوی فی شرح السنة (۴۱۴۵) صحیح ابن حبان (۴۰۵) مستدرك حاكم (۳۱۱/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۰۲۷۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی بات درست ہے جس نے اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب المناقب: باب قصه خزاعه (۳۵۲۱) صحیح مسلم: كتاب الجنة: باب النار یدخلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء (۲۸۵۶)]

گے وہی چیز ان پر اس بادل سے برسے گی یہاں تک کہ کہیں گے ہم پر ابھرے ہوئے سینے والی ہم عمر عورتیں برسائی جائیں چنانچہ وہی برسیں گی۔ اسی لئے فرمایا کہ فضل کبیر یعنی زبردست کامیابی کامل نعمت یہی ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۲۳ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰي قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۴

یہی وہ ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور سنت کے مطابق عمل کئے تو کہہ دے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتے داری کی جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کیلئے اس کی نیکی میں اور حسن بڑھادیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدردان ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ افترا کرلیا ہے، اگر اللہ چاہے تو تیرے دل پر مہر لگادے، اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے جھوٹ کو مٹا دیتا ہے اور سچ کو ثابت رکھتا ہے، وہ سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے ○

بلا اجرت دعوت: اوپر کی آیتوں میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے بیان فرما رہا ہے، کہ ایماندار نیک کار بندوں کو اس کی بشارت ہو۔ پھر اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ قریش کے مشرکین سے کہہ دو کہ اس تبلیغ پر اور اس تمہاری خیر خواہی پر میں تم سے کچھ طلب تو نہیں کر رہا۔ تمہاری بھلائی تو ایک طرف رہی تم اگر اپنی برائی سے ہی ٹل جاؤ اور مجھے رب کی رسالت پہنچانے دو اور قرابت داری کے رشتے کو سامنے رکھ کر میری ایذا رسانی سے رک جاؤ تو یہی بہت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا اس سے مراد قرابت آل محمد ﷺ ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا تم نے عجلت سے کام لیا۔ سنو! قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کے ساتھ حضور ﷺ کی رشتہ داری تھی تو مطلب یہ ہے کہ تم اس رشتہ داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ [1]

حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت قتادہ، حضرت سدی، حضرت ابو مالک، حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہم اللہ وغیرہ بھی اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش سے کہا میں تم سے اس کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ تم اس قرابت داری کا خیال رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ اس میری قرابت کا حق جو تم پر ہے وہ ادا کرو۔ [2]

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله الا لمؤدة فی العربی (٤٨١٨) ترمذی (٣٢٥١) مسند احمد (١/٢٢٩)]

[2] [ضعیف: طبرانی اوسط (٣٣٤٧)] اس کی سند میں خصیف جزری ضعیف ہے۔]

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو دلیلیں دی ہیں جس ہدایت کا راستہ بتایا ہے اس پر کوئی اجر تم سے نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم اللہ کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے قرب اور نزدیکی حاصل کرلو۔ (1) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ تو یہ دوسرا قول ہوا' پہلا قول حضور ﷺ کا اپنی رشتہ داری کو یاد دلانا۔ دوسرا قول آپ کی یہ طلب کہ لوگ اللہ کی نزدیکی حاصل کرلیں۔

تیسرا قول جو حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی روایت سے گزرا کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو۔ ابوالدیلم کا بیان ہے کہ جب حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کرایا اور تمہارا ناس کرا دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں فرمایا اس میں حٰم والی سورتیں بھی پڑھی ہیں؟ اس نے کہا واہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حٰم والی سورتیں نہیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی؟ ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی۔ اس نے کہا پھر کیا تم وہ ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مراد قرابت رسول ﷺ ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ انصار رضی اللہ عنہم نے اپنی خدمات اسلام گنوائیں گویا فخر کے طور پر۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم تم سے افضل ہیں جب یہ خبر حضور ﷺ کو ملی تو آپ ان کی مجلس میں آئے اور فرمایا انصاریو! کیا تم ذلت کی حالت میں نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے عزت بخشی! انہوں نے کہا بے شک آپ سچے ہیں۔ فرمایا کیا تم گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت کی؟ انہوں نے کہا ہاں بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا اب تم مجھے کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے کہا کیا کہیں؟ فرمایا کیوں نہیں کہتے؟ کہ کیا تیری قوم نے تجھے نکال نہیں دیا تھا؟ اس وقت ہم نے تجھ کو پناہ دی' کیا انہوں نے تجھے جھٹلایا نہ تھا؟ اس وقت ہم نے تیری تصدیق کی کیا انہوں نے تجھے پست کرنا نہیں چاہا تھا اس وقت ہم نے تیری مدد کی؟ اسی طرح کی آپ نے اور بھی بہت باتیں کہیں یہاں تک کہ انصار اپنے گھٹنوں پر جھک پڑے اور انہوں کہا حضور ﷺ ہماری اولاد اور جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اللہ کے لئے اور سب اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔ (2)

پھر یہ آیت ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ﴾ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں بھی اسی کے قریب ضعیف سند سے مروی

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (۱/۲٦۸) مستدرك حاكم (۲/٤٤٤) تفسير ابن جرير الطبرى (۲٥/۲٥) طبرانى كبير (۱۱۱٤٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۹۰)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں قزعہ راوی ضعیف ہے۔]

(2) [ضعیف: تفسير ابن جرير الطبرى (۳۰٦۷۸)] اس کی سند میں یزید بن ابی زیادہ راوی ضعیف ہے۔]

ہے۔ بخاری ومسلم میں یہ حدیث ہے۔ ① اس میں ہے کہ یہ واقعہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت پیش آیا تھا اور اس میں آیت کے اترنے کا ذکر بھی نہیں۔ اور اس آیت کو مدینے میں نازل شدہ ماننے میں بھی قدرے تامل ہے اس لئے کہ یہ صورت مکیہ ہے۔ پھر جو واقعہ حدیث میں مذکور ہے اس واقعہ میں اور اس آیت میں کچھ ایسی زیادہ ظاہر مناسبت بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت رکھنے کا ہمیں حکم باری ہوا ہے؟۔ آپ نے فرمایا حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد۔ ②

لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا راوی مبہم ہے جو معروف نہیں پھر اس کا استاد ایک شیعہ ہے جو بالکل ثقاہت سے گرا ہوا ہے اس کا نام حسین اشفر ہے اس جیسی حدیث بھلا اس کی روایت سے کیسے مان لی جائے گی؟ پھر مدینے میں آیت نازل ہونا ہی مستبعد ہے۔ حق یہ ہے کہ آیت مکیہ ہے اور مکہ شریف میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہی نہ ہوا تھا اور اولاد کیسی؟ آپ کا عقد تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ بدر کے بعد سنہ ۲ ھ میں ہوا۔ پس صحیح تفسیر اس کی وہی ہے جو حبر الامہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے بحوالہ بخاری پہلے گزر چکی ہم اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے منکر نہیں ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ان کے ساتھ احسان وسلوک اور ان کا اکرام واحترام ضروری چیز ہے روئے زمین پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرانا اور نہیں حسب و نسب میں اور فخر ومباہات میں بلاشک یہ سب سے اعلیٰ ہیں۔ بالخصوص ان میں سے وہ جو متبع سنت نبوی ہوں۔ جیسے کہ اسلاف کی روش تھی یعنی حضرت عباس اور آل عباس کی اور حضرت علی اور آل علی کی رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا ہے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض پر میرے پاس نہ آئیں۔ ③ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ قریشی جب آپس میں ملتے ہیں تو بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ لیکن ہم سے اس ہنسی خوشی کے ساتھ' نہیں ملتے۔ یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمانے لگے اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ کے لئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تم سے محبت نہ رکھے۔ ④ اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا قریشی باتیں کرتے ہوتے ہیں' ہمیں دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ اسے سن کر مارے غصے کے آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا واللہ! کسی

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان (٤٣٣٠) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الاسلام وتصبر من قوی ایمانه (١٠٦١)]

② [ضعیف : طبرانی کبیر (١٢٣٨٤)] اس میں حسین اشقر ضعیف ہے۔]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (٢٤٠٨)]

④ [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب ابی الفضل عم النبی و هو العباس بن عبدالمطلب (٣٧٥٨) مستدرك حاکم (٣٣٣/٣) مسند احمد (٢٠٧/١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ضعیف ہے۔]

مسلمان کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تم سے اللہ کے لئے اور میری قرابت داری کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ (1) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! حضور ﷺ کا لحاظ حضور ﷺ کے اہل بیت میں رکھو۔ (2) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے بھی پیارا ہے۔ (3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا واللہ! تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ اچھا لگا۔ اس لئے کہ تمہارا اسلام حضور ﷺ کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ پس اسلام کے ان دو چمکتے ستاروں کا مسلمانوں کے ان دونوں سیدوں کا جو معاملہ آل رسول ﷺ اور اقرباء پیغمبر کے ساتھ تھا وہی عزت و محبت کا معاملہ مسلمانوں کو آپ کے اہل بیت اور قرابت داروں سے رکھنا چاہئے۔ کیونکہ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام دنیا سے افضل یہی دونوں بزرگ خلیفہ رسول ﷺ تھے پس مسلمانوں کو ان کی پیروی کر کے حضور ﷺ کے اہل بیت اور کنبے قبیلے کے ساتھ حسن عقیدت سے پیش آنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں خلیفہ سے اہل بیت سے اور حضور ﷺ کے کل صحابہ رضی اللہ عنہم سے خوش ہو جائے۔ اور سب کو اپنی رضامندی میں لے لے۔ آمین۔

صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ یزید بن حیان اور حصین بن میسرہ اور عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے حضرت حصین نے کہا اے حضرت! آپ کو تو بڑی بڑی خیر و برکت مل گئی۔ آپ نے اللہ کے نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا آپ نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں' ان کے ساتھ جہاد کئے ان کے ساتھ نمازیں پڑھیں حق تو یہ ہے کہ بڑی بڑی فضیلتیں آپ نے سمیٹ لیں۔ اچھا اب کوئی حدیث ہمیں بھی بتایئے۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھتیجے سنو! میری عمر اب بڑی ہو گئی حضور ﷺ کی رحلت کو عرصہ گزر چکا۔ بعض چیزیں ذہن میں محفوظ ہی نہیں رہیں اب تو یہی رکھو کہ جو از خود سنا دوں اسے مان لیا کرو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو کہ تکلف سے بیان کرنا پڑے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مکے اور مدینے کے درمیان پانی کی جگہ کے پاس جسے خم کہا جاتا تھا کھڑے ہو کر اللہ کے رسول نے ہمیں خطبہ سنایا اللہ کی حمد و ثناء کی وعظ و پند کیا پھر فرمایا لوگو! میں ایک انسان ہوں کیا عجب کہ ابھی ابھی میرے پاس اللہ کا قاصد پہنچ جائے اور میں اس کی مان لوں' سنو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ جس میں نور و ہدایت ہے' تم اللہ کی کتاب کو مضبوط تھام لو۔ اور اس کو مضبوطی سے تھامے رہو پس اس کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تاکید کی پھر فرمایا اور میرے اہل بیت۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ

---

(1) [ضعیف : مسند احمد (۲۰۷/۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل الصحابة (۳۷۱۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۰۵)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب مناقب قرابة رسول الله (۳۷۱۲) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب قول النبی لا نورث ما ترکنا فهو صدقة (۱۷۵۸)]

کو یاد دلاتا ہوں یہ سن کر حصین نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے زید حضور کے اہل بیت کون ہیں؟ آپ کی بیویاں اہل بیت میں داخل نہیں؟ فرمایا بے شک آپ کی بیویاں ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس رضی اللہ عنہم، پوچھا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا ہاں! (1) ترمذی شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط تھامے رہے تو بھٹکو گے نہیں ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے کتاب اللہ جو اللہ کی طرف سے ایک لٹکائی ہوئی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک آئی ہے اور دوسری چیز میری عترت میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔ پس دیکھ لو کہ میرے بعد کس طرح ان میں میری جانشینی کرتے ہو؟ (2) امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صرف ترمذی میں یہ روایت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے ترمذی میں ہے کہ عرفے والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جسے قصواء کہا جاتا ہے خطبہ دیا جس میں فرمایا۔ لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت۔ (3) ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو مدنظر رکھ کر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو۔ (4) اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ یہ حدیث اور اوپر کی حدیث حسن غریب ہے۔ اس مضمون کی اور احادیث ہم نے ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ (5) الخ، کی تفسیر میں وارد کر دی ہیں یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں فالحمد للہ۔ ایک ضعیف حدیث مسند ابو یعلی میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھامے ہوئے فرمایا لوگو! جو مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں جو نہیں پہچانتے وہ اب پہچان کر لیں کہ میرا نام ابوذر ہے۔ سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال مثل نوح علیہ السلام کی کشتی کے ہے اس میں جو چلا گیا اس نے نجات پالی اور جو اس میں داخل نہ ہوا ہلاک ہوا۔ (6) پھر فرماتا ہے جو نیک عمل کرے ہم اس کا ثواب اور بڑھا دیتے ہیں، جیسے ایک اور آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو اور بڑھا دیتا ہے۔ اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ (7) بعض سلف کا قول ہے کہ نیکی کا ثواب اس کے بعد نیکی ہے اور برائی کا بدلہ اس کے بعد برائی ہے۔ پھر

---

(1) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (۴۲۰۸)]

(2) [صحیح : ترمذی : کتاب المناقب : باب فی مناقب اهل بیت النبی (۳۷۸۸) صحیح ترمذی للألبانی]

(3) [صحیح : ترمذی : کتاب المناقب : باب فی مناقب اهل بیت النبی (۳۷۸۶) صحیح ترمذی للألبانی]

(4) [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب فی مناقب اهل بیت النبی (۳۷۸۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (۷۹۲)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(5) [سورة الاحزاب : آیت ۳۳]

(6) [ضعیف : اس میں سوید بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

(7) [سورة النسآء : آیت ۴۰]

فرمان ہوا کہ اللہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور نیکیوں کی قدر دانی کرنے والا ہے انہیں بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جاہل کفار جو کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو نے گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام لگا دیا ہے ایسا نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ تیرے دل پر مہر لگا دیتا اور تجھے کچھ بھی یاد نہ رہتا جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا ﴾ [1] الخ اگر یہ رسول ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی انہیں اس سزا سے بچا نہ سکتا۔ یعنی یہ اگر ہمارے کلام میں کچھ بھی زیادتی کرتے تو ہم ایسا انتقام لیتے کہ دنیا کی کوئی ہستی اسے نہ بچا سکتی۔ اس کے بعد کا جملہ ﴿ وَيَمْحُ اللّٰهُ ﴾ الخ يَخْتِمْ پر معطوف نہیں بلکہ یہ مبتدا ہے اور مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ یختم پر عطف نہیں جو مجزوم ہو۔ واؤ کا کتابت میں نہ آنا یہ صرف امام کے رسم خط کی موافقت کی وجہ سے ہے۔ جیسے ﴿ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴾ [2] میں واؤ لکھنے میں نہیں آئی۔ اور ﴿ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ ﴾ [3] میں واؤ نہیں لکھی گئی۔ ہاں اس کے بعد کے جملے ﴿ وَيُحِقُّ الْحَقَّ ﴾ کا عطف ﴿ يَمْحُ اللّٰهُ ﴾ الخ پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور مبین کر دیتا ہے اپنے کلمات سے یعنی دلائل بیان فرما کر حجت پیش کر کے وہ خوب دانا بینا ہے۔ دلوں کے راز سینوں کے بھید اس پر کھلے ہوئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو سب جانتا ہے ○ اور ایمان والوں اور نیک کار لوگوں کی سنتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے زیادتی عطا فرماتا ہے اور کفار کیلئے ہی سخت مار ہے ○ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے ○ وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے وہی ہے کارساز اور قابل حمد وثنا ○

توبہ سے گناہوں کی بخشش: اللہ تعالیٰ اپنا احسان اور اپنا کرم بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر اس قدر مہربان ہے کہ بد سے بد گنہگار بھی جب اپنی بدکاری سے باز آئے اور خلوص کے ساتھ اس کے سامنے جھکے اور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اپنے کرم ورحم سے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اپنا فضل اس کے

[1] [سورۃ الحاقہ : آیت ٤٤-٤٧]
[2] [سورۃ العلق : آیت ١٨]
[3] [سورۃ بنی اسرائیل : آیت ١١]

شامل حال کر دیتا ہے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ [1] الخ، جو شخص بد عملی کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو غفور ورحیم پائے گا۔

صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہوگئی ہو' جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کر کے عاجز آ کر کسی درخت تلے پڑ رہا اور اپنی جان سے بھی تقریباً ہاتھ دھو بیٹھا اونٹنی سے بالکل مایوس ہوگیا کہ یکا یک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے یہ فوراً اٹھ بیٹھتا ہے اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشا اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ بیشک تو میرا غلام ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے۔ [2] ایک مختصر حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس شخص کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہو جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہوگیا ہو جو اسے دفعتاً مل جائے۔ [3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے برا کام کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نکاح میں کوئی حرج نہیں پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ [4] توبہ تو مستقبل کیلئے قبول ہوتی ہے۔ اور برائیاں گزشتہ معاف کر دی جاتی ہیں۔ تمہارے ہر قول و فعل اور ہر عمل کا اسے علم ہے۔ باوجود اس کے جھکنے والے کی طرف مائل ہوتا ہے اور توبہ قبول فرمالیتا ہے وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کی دعا قبول فرماتا ہے وہ خود اپنے لئے دعا کریں خواہ دوسروں کیلئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام میں خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے مجاہد ساتھیوں سے فرماتے ہیں تم ایمان دار ہو اور جنتی ہو اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ رومی اور فارسی جنہیں تم قید کرلائے ہو کیا عجب کہ یہ بھی جنت میں پہنچ جائیں کیونکہ ان میں سے جب تمہارا کوئی کام کر دیتا ہے تو تم اسے کہتے ہو اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے بہت اچھا کام کیا اللہ تجھے برکت دے تو نے بہت اچھا کیا وغیرہ اور قرآن کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کی دُعا قبول فرماتا ہے پھر آپ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت فرمایا۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ ان کی سنتا ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ﴾ [5] کی تفسیر کی گئی ہے کہ جو بات کو مان لیتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں اور جیسے فرمایا ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ [6] ابن ابی حاتم میں ہے کہ اپنے فضل سے زیادتی دینا یہ ہے کہ ان کے حق میں ایسے لوگوں کی سفارش قبول فرمالے گا۔ جن کے ساتھ انہوں نے کچھ سلوک کیا ہو۔ [7]

---

[1] [سورۃ النساء : آیت ۱۱۰]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب التوبۃ (۶۳۰۸۔ ۶۳۰۹) صحیح مسلم : کتاب التوبۃ : باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بہا (۲۷۴۷) مسند احمد (۳/۲۱۳)]

[3] [عبدالرزاق فی التفسیر (۲۷۳۸)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۱۴۷)]

[5] [سورۃ الزمر: آیت ۱۸]

[6] [سورۃ الانعام : آیت ۳۶]

[7] [ضعیف : ابن ابی عاصم فی السنۃ (۸۴۶) طبرانی کبیر (۱۰/۲۴۸)] اس میں اسماعیل کندی ضعیف ہے۔]

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے وہ اپنے بھائیوں کی سفارش کریں گے اور انہیں زیادہ فضل ملے گا یعنی بھائیوں کے بھائیوں کو بھی شفاعت کی اجازت ہو جائے گی۔ مومنوں کی عزت وشان کو بیان فرما کر کفار کی بدحالی بیان فرمائی کہ انہیں سخت دردناک اور گھبراہٹ والے عذاب ہوں گے' پھر فرمایا اگر ان بندوں کو ان کی روزیوں میں وسعت مل جاتی ان کی ضرورت سے زیادہ ان کے پلے پڑ جاتا تو یہ خرمستی میں آ کر دنیا میں ہلڑ مچا دیتے اور دنیا کے امن کو آگ لگا دیتے ایک دوسرے کو پھونک دیتے' بھون کھاتے' سرکشی اور طغیان تکبر اور بے پرواہی حد سے بڑھ جاتی۔ اسی لئے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے جتنے میں سرکشی اور لاابالی پن نہ آئے۔ اس مضمون کی پوری حدیث کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر دنیا کی نمائش کا ہے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ (۱) پھر فرماتا ہے وہ ایک اندازے سے روزیاں پہنچا رہا ہے بندے کی صلاحیت کا اسے علم ہے۔ غنا اور فقیری کے مستحق کو وہ خوب جانتا ہے۔

قدسی حدیث شریف میں ہے میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت مالداری میں ہی ہے اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دینداری سے بھی جاتے رہیں گے۔ اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے اگر وہ مال حاصل کر لیں اور تونگر بن جائیں تو اس حالت میں گویا ان کا دین فاسد کر دوں' (۲) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ باران رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں میں ایسی پوری حاجت اور سخت مصیبت کے وقت بارش برساتا ہوں ان کی ناامیدی اور خشک سالی ختم ہو جاتی ہے اور عام طور پر میری رحمت پھیل جاتی ہے۔

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کہتا ہے امیر المومنین قحط سالی ہو گئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے تو آپ نے فرمایا جاؤ اب انشاء اللہ ضرور بارش ہو گی پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ ولی وحمید ہے۔ یعنی مخلوقات کے تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں اس کے کام قابل ستائش و تعریف ہیں۔ مخلوق کے بھلے کو وہ جانتا ہے اور ان کے نفع کا اسے علم ہے اس کے کام نفع سے خالی نہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾

اس کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی پیدائش ہے اور ان میں جانداروں کا پھیلانا ہے' وہ اس پر قادر ہے کہ جب چاہے انہیں جمع کر دے ○ تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور بھی تو بہت سی باتوں

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها (٦٤٢٧)
صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب التحذیر بزینة الدنیا (١٠٥٢)]

(۲) [ضعیف : بغوی فی التفسیر (١٨٧٧)] اس کی سند میں حسن خشنی اور صدقہ دمشقی راوی ضعیف ہے۔]

سے وہ درگزر فرما لیتا ہے○ تم (ہمیں) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو' تمہارے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار○

مصائب وتکالیف سے گناہوں کا خاتمہ: اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہو رہا ہے۔ کہ آسمان زمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور ان میں کی ساری مخلوق بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ فرشتے' انسان' جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا۔ جبکہ ان کے حواس گم ہو چکے ہوں گے۔ اور ان میں عدل و انصاف کیا جائے گا' پھر فرماتا ہے لوگو! تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ سب دراصل تمہارے اپنے کئے گناہوں کا بدلہ ہیں' اور ابھی تو وہ غفور ورحیم اللہ تمہاری بہت سی حکم عدولیوں سے چشم پوشی فرماتا ہے اور انہیں معاف فرما دیتا ہے' اگر ہر اک گناہ پر پکڑے تو تم زمین پر چل پھر بھی نہ سکو۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو جو تکلیف سختی غم اور پریشانی ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے یہاں تک کہ ایک کانٹا لگنے کے عوض بھی۔ [1] جب آیت ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا﴾ [2] الخ اتری اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے آپ نے اسے سن کر کھانے سے ہاتھ ہٹا لیا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر بھلائی برائی کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا سنو! طبیعت کے خلاف جو چیزیں ہوتی ہیں یہ سب برائیوں کے بدلے ہیں۔ اور ساری نیکیاں اللہ کے پاس جمع شدہ ہیں۔۔ حضرت ابوادریس رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی مضمون اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ [3] امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آؤ میں تمہیں کتاب اللہ شریف کی افضل تر آیت سناؤں' اور ساتھ ہی حدیث بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور میرا نام لے کر فرمایا سن میں اس کی تفسیر بھی تجھے بتادوں تجھے جو بیماریاں سختیاں اور بلائیں آفتیں دنیا میں پہنچتی ہے وہ سب بدلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا اللہ تعالیٰ کا حلم اس سے بہت زیادہ ہے کہ پھر انہی پر آخرت میں بھی سزا کرے۔ اور اکثر برائیاں معاف فرما دیتا ہے تو اس کے کرم سے یہ بالکل ناممکن ہے کہ دنیا میں معاف کی ہوئی خطاؤں پر آخرت میں پکڑے۔ (مسند احمد) [4]

ابن ابی حاتم میں یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ ابو جحیفہ رحمہ اللہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جسے یاد رکھنا ہر مومن کا فرض ہے پھر یہ تفسیر آیت کی اپنی طرف سے کر کے سنائی۔ مسند میں ہے کہ مسلمان کے جسم میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کی

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب المرضی: باب ما جاء فی کفارۃ المرض (٥٦٤٢) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب ثواب المومن فیما یصیبہ من مرض (٢٥٧٣)]

[2] [سورۃ الزلزال: آیت ٧-٨]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٠٧٠٤)]

[4] [**ضعیف**: مسند احمد (١/٨٥) مسند ابو یعلی (٤٥٣)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں ازہر بن راشد راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١٣٢٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (٦٤٩)]

وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ [1]

مسند ہی کی اور حدیث میں ہے جب ایمان دار بندے کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور اس کے کفارہ کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہوتی تو اللہ اسے کسی رنج وغم میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ [2] ابن ابی حاتم میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے اترنے پر حضور ﷺ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ لکڑی کی ذراسی خراش، ہڈی کی ذراسی تکلیف یہاں تک کہ قدم کا پھسلنا بھی کسی نہ کسی گناہ پر ہے اور ابھی اللہ کے عفو کیئے ہوئے بہت سے گناہ تو یونہی مٹ جاتے ہیں۔ [3] ابن ابی حاتم ہی میں ہے کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا آپ کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور ابھی بہت سے گناہ تو اللہ معاف فرما چکا ہے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ہے۔ ابو البلاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علا بن بدر رحمہ اللہ سے کہا کہ قرآن میں تو یہ آیت ہے اور میں ابھی نابالغ بچہ ہوں اور اندھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تیرے ماں باپ کے گناہوں کا بدلہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھ کر بھول جانے والا یقیناً اپنے کسی گناہ میں پکڑا گیا ہے۔ اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا بتاؤ تو اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو گی کہ انسان یاد کر کے کلام اللہ بھول جائے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى
ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ
عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾

دریا میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں ○ اگر وہ چاہے تو ہوا بند کر دے اور یہ کشتیاں سمندروں پر رکی کی رکی رہ جائیں، یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں ○ یا انہیں ان کے کرتوتوں کے باعث تباہ کر دے، وہ تو بہت سی تقصیروں سے درگزر فرمایا کرتا ہے ○ تاکہ ہماری نشانیوں میں جو لوگ الجھتے ہیں وہ معلوم کر لیں کہ ان کے لئے کوئی چھٹکارہ نہیں ○

---

[1] مسند احمد (٤/٩٨) مسند عبد بن حمید (٤١٥) مستدرك حاكم (١/٣٤٧)] امام حاکم ؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٨٩٩)]

[2] [اسناده ضعيف : مسند احمد (٦/١٥٧)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٥٢٣٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[3] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبرى (٣٠٧٠٥)]

سمندر میں کشتی کا چلنا بھی اللہ کی نشانی: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ کشتیاں ان میں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے زمین میں اونچے پہاڑ۔ ان کشتیوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اس کے قبضے میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے پھر تو بادبان بے کار ہو جائیں اور کشتی رک کر کھڑی ہو جائے ہر وہ شخص جو سختیوں میں صبر کا اور آسانیوں میں شکر کا عادی ہو اس کیلئے تو بڑی عبرت کی جگہ ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگزر فرما لیتا ہے اور اگر سب گناہوں پر پکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے۔ لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔ علماء تفسیر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی ہوا کو ناموافق کر دے۔ تیز و تند آندھی چلا دے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے۔ ادھر سے ادھر کر دے سنبھالے نہ سنبھل سکے جہاں جانا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یونہی سرگشتہ و حیران ہو ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں۔ الغرض اگر ہوا بند کر دے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اگر تیز کر دے تو ناکامی۔ لیکن یہ اس کا لطف و کرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنے مقصد کو پا لیتا ہے۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے، دنیا تباہ ہو جائے، اگر بہت ہی برسا دے تو تر سالی کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے اور دنیا ہلاک ہو جائے۔ ساتھ ہی مینہ کی کثرت طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے۔ یہاں تک کہ رب کی مہربانی سے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے وہاں کثرت سے مینہ برستا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے وہاں کمی سے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانیوں سے جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ وہ ہماری قدرت سے باہر نہیں۔ ہم اگر انتقام لینا چاہیں، ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو وہ چھوٹ نہیں سکتے۔ سب ہماری قدرت اور مشیت تلے ہیں، ﴿فَسُبْحَانَـــهُ مَا اَعْظَمَ شَانَهُ﴾

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی لِلَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا
غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی
بَیْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ زندگانی دنیا کا کچھ یونہی سا اسباب ہے، اور اللہ کے پاس جو ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے وہ ان کیلئے ہے جو ایمان لائے ہیں اور صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ○ اور کبیرہ گناہوں سے اور بے

حیائیوں سے بچتے رہتے ہیں اور غصے کے وقت بھی معاف کر دیا کرتے ہیں۔ اور اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہمارے نام دیتے رہتے ہیں ○ اور جب ان پر ظلم وزیادتی ہو تو صرف بدلہ لے لیتے ہیں ○

بدلہ لینے سے معاف کرنا بہتر: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے قدری اور اس کی حقارت بیان فرمائی کہ اسے جمع کر کے کسی کو اس پر اترانا نہیں چاہئے کیونکہ یہ فانی چیز ہے۔ بلکہ آخرت کی طرف رغبت کرنی چاہئے۔ نیک اعمال کر کے ثواب جمع کرنا چاہئے جو سرمدی اور باقی چیز ہے۔ پس فانی کو باقی پر کمی کو زیادتی پر ترجیح دینا عقلمندی نہیں اب اس ثواب کے حاصل کرنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں کہ ایمان مضبوط ہوتا کہ دنیاوی لذتوں کے ترک پر صبر ہو سکے۔ اللہ پر کامل بھروسہ ہوتا کہ صبر پر اس کی امداد ملے اور احکام الٰہی کی بجا آوری اور نافرمانیوں سے اجتناب آسان ہو جائے۔ کبیرہ گناہوں اور فحش کاموں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس جملہ کی تفسیر سورۂ احزاب میں گزر چکی ہے۔ غصے پر قابو چاہیے کہ عین غصے اور غضب کی حالت میں بھی خوش خلقی اور درگزر کی عادت نہ چھوٹے، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے نفس کا بدلہ کسی سے نہیں لیا ہاں اگر اللہ کے احکام کی بے عزتی اور بے توقیری ہو تو اور بات ہے۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ بہت زیادہ غصے کی حالت میں بھی آپ کی زبان سے اس کے سوا اور کچھ الفاظ نہ نکلتے کہ فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ [2]
حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسلمان پست وذلیل ہونا تو پسند نہیں کرتے تھے لیکن غالب آ کر انتقام بھی نہیں لیتے تھے بلکہ درگزر کر جاتے اور معاف فرما دیتے۔ ان کی اور صفت یہ ہے کہ یہ اللہ کا کہا کرتے ہیں رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، جس کا وہ حکم کرے بجا لاتے ہیں۔ جس سے وہ روکے رک جاتے ہیں۔ نماز کے پابند ہوتے ہیں جو سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔

بڑے بڑے امور میں بغیر آپس کی مشاورت کے ہاتھ نہیں ڈالتے۔ خود رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوتا ہے ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [3] یعنی ان سے مشورہ لیا کرو۔ اسی لئے حضور ﷺ کی عادت تھی کہ جہاد وغیرہ کے موقعہ پر لوگوں سے مشورہ کر لیا کرتے تاکہ ان کے جی خوش ہو جائیں۔ اور اسی بناء پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہ آپ کو زخمی کر دیا گیا اور وفات کا وقت آ گیا چھ آدمی مقرر کر دیئے کہ یہ مشورے سے میرے بعد کسی کو میرا جانشین مقرر کریں۔ ان چھ بزرگوں کے نام یہ ہیں عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم
پس سب نے باتفاق رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا، پھر ان کا جن کے لئے آخرت کی تیاری

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب صفة النبی (٣٥٦٠) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب مباعدته للآثام واختیاره من المباح (٢٣٢٧)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفاحشا (٦٠٣١) و کتاب الادب : باب قول النبی تربت یمینك (٦١٥٦) مسند احمد (١٢٦/٣)]

[3] [سورۃ آل عمران : آیت ١٥٩]

اور وہاں کے ثواب ہیں ایک اور وصف بیان فرمایا کہ جہاں یہ حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کمی نہیں کرتے۔ اپنے مال میں محتاجوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کے ساتھ سلوک واحسان کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ ایسے ذلیل پست اور بے زور نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کرسکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجے سے نجات دلوائیں لیکن ہاں! اپنی شرافت کی وجہ سے غالب آ کر پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے کہ نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو پا کر فرمادیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرمادے۔ (1) اور جیسے سردار انبیاء رسول اللہ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا جبکہ اسی (۸۰) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

اور اسی طرح آپ نے غورث بن حارث کو معاف فرمادیا یہ وہ شخص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے ہوئے اس نے آپ کی تلوار پر قبضہ کرلیا جب آپ جاگے اور اسے ڈانٹا تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے تلوار لے لی اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ قصہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا۔ (2)

اسی طرح لبید بن عاصم نے جب آپ پر جادو کیا تو علم وقدرت کے باوجود آپ نے اس سے درگزر فرمالیا۔ (3) اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ کو زہر دیا تھا آپ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا اور قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے باوجود بھی آپ نے اتنے بڑے واقعہ آنا جانا کر دیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا یہ مرحب یہودی کی بہن تھی۔ جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا خود شانے نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ بیان کی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور اگر آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے راحت حاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقبال جرم کر لینے پر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ معاف فرمادیا گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی۔ اس لئے کہ اسی زہر سے اور زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن

---

(1) [سورۃ یوسف : آیت ۹۲]

(2) [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ ذات الرقاع (٤١٣٥) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب صلوۃ الخوف (٨٤٣)]

(3) [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب السحر (٥٧٦٣) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب السحر (٢١٨٩)]

براء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی۔ [1] اور بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کے ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ
لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۞
اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞

برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے' اور جو معاف کر دے اور صلح کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے' فی الواقع اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ○ اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں ○ یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں' یہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہیں ○ جو شخص صبر کر لے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہی ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے ○

ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے۔ جیسے فرمایا ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ [2] اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ [3] ان سب آیات کا مطلب یہی ہے۔ لیکن افضلیت اسی میں ہے کہ عفو و درگزر کیا جائے۔ جیسے فرمایا ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾ [4] یعنی خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر اسے معاف کر دے تو وہ اس کیلئے کفارہ ہو جائے گا۔ یہاں بھی فرمایا جو شخص معاف کر دے اور صلح و صفائی کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے درگزر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے۔ [5] لیکن جو بدلے میں اصل جرم سے بڑھ جائے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر برائی کی ابتدا اسی کی طرف سے سمجھی جائے گی' پھر فرماتا ہے جس پر ظلم ہوا اسے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں' میں اس لفظ اِنْتَصَرَ کی تفسیر کی طلب میں تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جدعان نے بروایت اپنی والدہ ام محمد کے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں' بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں موجود تھیں آپ کو معلوم نہ تھا صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب جب آپ نے ہاتھ بڑھایا تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اشارے سے بتایا اس وقت آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنا شروع

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجزیہ: باب اذا اغدر المشرکین بالمسلمین هل یعفی عنهم () سنن ابو داؤد: کتاب الدیات باب ٦

[2] [البقرہ: ١٩٤] [3] [النحل: ١٢٦] [4] [المائدة: ٤٥]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب استحباب العفو والتواضع (٢٥٨٨) مسند احمد (٣٨٦/٢) ترمذی: کتاب البر]

کیا۔ حضور ﷺ کی ممانعت پر بھی خاموش نہ ہوئیں تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دی کہ جواب دیں۔ اب جو جواب ہوا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا عاجز آ گئیں اور سیدھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمھیں یوں یوں کہتی ہیں اور ایسا ایسا کرتی ہیں۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر حضور ہوئیں آپ نے ان سے فرمایا قسم رب کعبہ کی! عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں محبت رکھتا ہوں یہ تو اسی وقت واپس آ گئیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سارا واقعہ کہہ سنایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ سے باتیں کیں۔[1]

یہ روایت ابن جریر میں اسی طرح ہے۔ لیکن اس کے راوی اپنی روایتوں میں عموماً منکر حدیثیں لایا کرتے ہیں۔ اور یہ روایت بھی منکر ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا غصہ سے بھری ہوئی بلا اطلاع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلی آئیں اور حضور ﷺ سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کچھ کہا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لڑنے لگیں، لیکن مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی جب وہ بہت کہہ چکیں تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو اپنا بدلہ لے لے پھر جو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھوک خشک ہو گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکیں اور حضور کے چہرے سے وہ صدمہ مٹ گیا۔[2]

حاصل یہ ہے کہ مظلوم ظالم کو جواب دے اور اپنا بدلہ لے لے۔ بزار میں ہے ظالم کے لئے جس نے بددعا کی اس نے بدلہ لے لیا۔[3] یہی حدیث ترمذی میں ہے لیکن اس کے ایک راوی میں کچھ کلام ہے۔ پھر فرماتا ہے حرج و گناہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور زمین میں بلاوجہ شر و فساد کریں۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے دو برا کہنے والے جو کچھ کہیں سب کا بوجھ شروع کرنے والے پر ہے جب کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے[4] ایسے فسادی قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے، حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مکہ جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنا ہوا ہے میں ابھی وہیں تھا جو گرفتار کر لیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا اس نے مجھ سے کہا ابوعبداللہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٠٧٢٩)] یہ روایت علی بن زید راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [صحیح : ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب حسن المعاشرة النساء (١٩٨١) الادب المفرد (٥٥٨) مسند احمد (٩٧/٦) صحیح مسلم (٢٤٤٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الصحیحة (٨٩١٦)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب الدعوات : باب من دعا علی من ظلمه فقد انتصر (٣٥٥٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، ضعیف الجامع الصغیر (٥٥٨٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوحمزہ راوی متروک ہے۔]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب النهی عن السباب (٢٥٨٧) ابو داؤد : کتاب الادب : (٤٨٩٤) ترمذی : کتاب البر (١٩٨١) الادب المفرد (٤٢٣) مسند احمد (٢٣٥/٢)]

نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علا بن زیاد نے اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی صیغہ پر عامل بنایا تو انہوں نے لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی یہ راہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور بے وجہ ناحق زمین میں فساد پھیلائیں۔ مروان نے کہا اللہ جانتا ہے اس نے سچ کہا اور خیر خواہی کی بات کہی۔ اچھا اب کیا آرزو ہے؟ فرمایا یہی کہ تم مجھے میرے گھر میں پہنچا دو۔ مروان نے کہا بہت اچھا۔ (ابن ابی حاتم) پس ظلم واہل ظلم کی مذمت بیان کر کے بدلے کی اجازت دے کر اب افضلیت کی طرف رغبت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو ایذا برداشت کر لے اور برائی سے درگزر کر لے اس نے بڑی بہادری کا کام کیا۔ جس پر وہ بڑے ثواب اور پورے بدلے کا مستحق ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب تم سے آ کر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کرو کہ بھائی معاف کر دو معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلہ لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے۔ سنو معاف کر دینے والا تو آرام سے میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے۔ اور جوڑ توڑ سوچتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ آپ تعجب کے ساتھ مسکرانے لگے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے لیکن جب کہ اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مجھے کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراضگی سے اٹھ کے چلے آئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا سنو ابوبکر! تین چیزیں بالکل حق ہیں۔ (۱): جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کر لے تو ضرور اللہ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ (۲): جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا۔ (۳): اور جو شخص مال بڑھانے کیلئے سوال کا دروازہ کھول لے گا اور دوسروں سے مانگتا پھرے گا اللہ اس کے ہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی وہ مبتلا رہے گا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے۔ [1] اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۲/۴۳۶) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الانتصار (۴۸۹۶) بیہقی فی شعب الایمان (۶/۲۵۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۹۶۲۴)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ وَّلِىٍّ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ
يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ‌ ۚ‏ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰٮهُمۡ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا خٰشِعِيۡنَ
مِنَ الذُّلِّ يَنۡظُرُوۡنَ مِنۡ طَرۡفٍ خَفِىٍّ‌ ؕ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ
الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ فِىۡ
عَذَابٍ مُّقِيۡمٍ‏ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنۡ اَوۡلِيَآءَ يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ
وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ سَبِيۡلٍ ؕ‏ ﴿۴۶﴾

جسے اللہ بہکا دے اس کا اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں' تو دیکھے گا کہ ظالم لوگ عذابوں کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے؟○ اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ جہنم کے سامنے لا کھڑے کئے جائیں گے مارے ذلت کے کبڑے ہوئے جاتے ہوں گے اور کھلی ہوئی آنکھ کے گوشے سے دیکھ رہے ہوں گے' ایمان دار صاف کہیں گے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جنہوں نے آج قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈال دیا' یاد رکھو کہ یقیناً ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہیں○ ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ سے الگ ان کی مدد کر سکیں' جسے اللہ گمراہ کر دے اس کیلئے کوئی راستہ ہی نہیں○

جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا' اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی کر سکتا ہے وہ جسے راہ راست دکھا دے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جس سے وہ راہ حق گم کر دے اسے کوئی اس راہ کو دکھا نہیں سکتا۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرۡشِدًا﴾ (۱) جسے وہ گمراہ کر دے اس کا کوئی چارہ ساز اور رہبر نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین قیامت کے عذاب کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ﴾ (۲) الخ' کاش کہ تو انہیں دیکھتا جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم دوبارہ واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم ہرگز اپنے رب کی آیتوں کو جھوٹ نہ بتائیں بلکہ ایمان لے آئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ جس چیز کو اس سے پہلے پوشیدہ کئے ہوئے تھے وہ ان کے سامنے آ گئی۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ بھیج بھی دیئے جائیں تب بھی وہی کریں گے جس سے منع کئے جاتے ہیں یقیناً یہ جھوٹے ہیں' پھر فرمایا یہ جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ذلت برس رہی ہوگی عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے۔ خوف زدہ اور حواس باختہ ہو رہے ہوں گے لیکن جس سے ڈر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کے وہم و گمان سے بھی زیادہ عذاب ہوگا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے' اس وقت ایمان دار لوگ کہیں گے کہ حقیقی نقصان یافتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ساتھ اپنے والوں کو بھی جہنم واصل کیا۔ یہاں کی آج کی ابدی نعمتوں سے محروم رہے اور انہیں بھی محروم رکھا۔ آج وہ سب الگ الگ عذاب میں مبتلا ہیں۔

---

(۱) [سورة الكهف : آیت ۱۷] (۲) [سورة الانعام : آیت ۲۷-۲۸]

دائمی ابدی اور سرمدی سزائیں بھگت رہے ہیں' اور یہ ناامید ہو جائیں آج کوئی ایسا نہیں جو ان عذابوں سے چھڑا سکے یا تخفیف کرا سکے۔ ان گمراہوں کو خلاصی دینے والا کوئی نہیں۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ
مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ
حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ
بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے۔ تمہیں اس روز نہ تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی ○ اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تیرے ذمہ تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہم جب کبھی انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اترا جاتا ہے اگر انہیں انکے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بیشک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ○

روزِ قیامت کے لیے تیار رہو: چونکہ اوپر یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن بڑے ہیبت ناک واقعات ہوں گے وہ سخت مصیبت کا دن ہوگا تو اب یہاں اس سے ڈرا رہا ہے اور اس دن کیلئے تیار رہنے کو فرماتا ہے کہ اس اچانک آ جانے والے دن سے پہلے ہی پہلے اللہ کے فرمان پر پوری طرح عمل کر لو۔ جب وہ دن آ جائے گا تو تمہیں نہ تو کوئی جائے پناہ ملے گی نہ ایسی جگہ کہ وہاں انجان بن کر ایسے چھپ جاؤ کہ پہچانے نہ جاؤ اور نہ نظر پڑے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرک نہ مانیں تو آپ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے انہیں ہدایت پر لا کھڑا کر دینا آپ کے ذمے نہیں یہ کام اللہ کا ہے۔ آپ پر صرف تبلیغ ہے۔ حساب ہم خود کر لیں گے۔ انسان کی حالت یہ ہے کہ راحت میں بدمست بن جاتا ہے اور تکلیف میں ناشکرا پن کرتا ہے۔ اس وقت اگلی نعمتوں کا بھی منکر بن جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا صدقہ کرو میں نے تمہیں زیادہ تعداد میں جہنم میں دیکھا ہے کسی عورت نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا تمہاری شکایت کی زیادتی اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کی وجہ سے۔ اگر تو ان میں سے کوئی تمہارے ساتھ ایک زمانہ تک احسان کرتا رہے پھر ایک دن چھوڑ دے تو تم کہہ دو گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی راحت پائی ہی نہیں۔ (1) فی الواقع اکثر عورتوں کا یہی حال ہے لیکن جس پر اللہ رحم کرے اور نیکی کی توفیق دے دے۔ اور حقیقی ایمان نصیب فرمائے پھر تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر راحت پہ شکر ہر رنج پر صبر پس ہر حال میں نیکی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ وصف بجز مومن کے کسی اور میں نہیں ہوتا۔ (2)

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الحیض: باب ترك الحیض الصوم (٣٠٤) و كتاب النكاح: باب كفران العشیر (٥١٩٧) صحیح مسلم: كتاب الایمان: باب بیان نقصان الایمان ینقص الطاعات (٧٩_٨٠) مؤطا (٢) مسند احمد (١/٢٩٨)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الزهد (٢٢٣) مسند احمد (٤/٣٣٢)]

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ
لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ
عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے ○ یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے ○

بیٹے یا بیٹیاں دینا صرف اللہ کے اختیار میں: فرماتا ہے کہ خالق مالک اور متصرف زمین و آسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے جو چاہے پیدا کرے اور بنائے جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے بے اولاد رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پس یہ چار قسمیں ہوئیں۔ لڑکیوں والے لڑکوں والے اور دونوں والے اور ان سے خالی ہاتھ۔ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے۔ قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔ پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الٰہی کے ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنائیں۔ ① یعنی دلیل قدرت بنائیں۔ اور دکھادیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا صرف مرد سے پیدا ہوئیں باقی کل انسان مرد و عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے۔ پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں ہو گئیں۔ پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا۔ اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں۔ سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ کے علم و قدرت کی نشانی۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا
فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا
مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ
مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

ناممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ کلام کرے مگر بطور وحی کے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ بحکم الٰہی جو وہ

---

① [سورۃ مریم: آیت ۲۱]

چاہے وحی کرے‘ بیشک وہ بزرگ ہے حکمت والا ہے ○ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے‘ تو اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنا کر اسکے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہا ہدایت کردی‘ بیشک تو راہ راست کی رہبری کر رہا ہے ○ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے‘ آگاہ رہو سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں ○

وحی کی مختلف صورتیں: مقامات و مراتب و کیفیات وحی کا بیان ہو رہا ہے کہ کبھی تو حضور ﷺ کے دل میں وحی ڈال دی جاتی ہے جس کے وحی اللہ ہونے میں آپ کو کوئی شک نہیں رہتا‘ جیسے صحیح ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی شخص بھی جب تک اپنی روزی اور اپنا وقت پورا نہ کر لے ہر گز نہیں مرتا۔ پس اللہ سے ڈرو اور روزی کی طلب میں اچھائی اختیار کرو۔ (1) یا پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کلام سن کر جمال دیکھنا چاہا لیکن وہ پردے میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے کلام کیا۔ (2) یہ جنگ احد میں کفار کے ہاتھوں شہید کئے گئے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ کلام عالم برزخ کا ہے۔ اور آیت میں جس کلام کا ذکر ہے اس سے مراد دنیا کا کلام ہے۔ یا اپنے قاصد کو بھیج کر اپنی بات اس تک پہنچائے۔ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام وغیرہ فرشتے انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے رہے۔ وہ علو اور بلندی اور بزرگی والا ہے۔ ساتھ ہی حکیم اور حکمت والا ہے‘ روح سے مراد قرآن ہے فرماتا ہے اس قرآن کو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف اتارا ہے۔ کتاب اور ایمان کو جس تفصیل کے ساتھ بیان ہم نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے تو اس سے پہلے جانتا بھی نہ تھا‘ لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنے ایمان دار بندوں کو راہ راست دکھلائیں‘ جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (3) کہہ دے کہ یہ ایمان والوں کے واسطے ہدایت و شفا ہے۔ اور بے ایمانوں کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں‘ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم صریح اور مضبوط حق کی رہنمائی کر رہے ہو‘ پھر صراط مستقیم کی تشریح کی اور فرمایا اسے شرع مقرر کرنے والا خود اللہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ آسمانوں زمینوں کا مالک اور رب وہی ہے۔ ان میں تصرف کرنے والا اور حکم چلانے والا بھی وہی ہے۔ کوئی اس کے کسی حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ تمام امور اس کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ وہی سب کاموں کے فیصلے کرتا ہے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جو اس کی نسبت ظالم اور منکرین کہتے ہیں۔ وہ بلندیوں اور بڑائیوں والا ہے۔ الحمدللہ سورۂ شوریٰ کی تفسیر ختم ہوئی

---

(1) [صحیح : السلسلة الصحیحة (٢٦٠٧) صحیح الترغیب (١٦٩٧)]

(2) [حسن : ترمذی : کتاب التفسیر : تفسیر سورہ آل عمران (٣٠١٠) ابن ماجه : مقدمه : باب فیما انکرت الجهمیة (١٩٠)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

(3) [سورۃ فصلت : آیت ٤٤]

تفسیر سورۃ الزخرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ ۝٢ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٣ وَاِنَّهٗ
فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٤ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ
قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝٥ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝٦ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٧ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨

مہربان عنایت فرما معبود برحق کے نام سے شروع

قسم ہے اس واضح کتاب کی ○ ہم نے عربی زبان کا قرآن نازل فرمایا ہے تا کہ تم سمجھ لو ○ یقیناً یہ لوح محفوظ میں ہے اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت بھرا ہے ○ کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس بنا پر ہٹالیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو ○ اور ہم نے اگلے لوگوں میں بھی بہت سے نبی بھیجے ○ جو نبی ان کے پاس آیا انہوں نے اسے ہنسی مذاق میں اڑایا ○ پس ہم نے ان کے زیادہ زور آوروں کو تباہ کر ڈالا اور اگلوں کی حقیقت گزر چکی ہے ○

نزول قرآن کا مقصد یہ کہ اس میں غور وفکر کیا جائے: قرآن کی قسم کھائی جو واضح ہے جس کے معانی روشن ہیں۔ جس کے الفاظ نورانی ہیں، جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ یہ اس لئے کہ لوگ سوچیں سمجھیں اور وعظ و پند نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے عربی واضح زبان میں اسے نازل فرمایا ہے، اس کی شرافت و مرتبت جو عالم بالا میں ہے اسے بیان فرمایا تا کہ زمین والے اس کی منزلت وتوقیر معلوم کرلیں۔ فرمایا کہ یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، ﴿لَدَيْنَا﴾ سے مراد ہمارے پاس۔ ﴿لَعَلِيٌّ﴾ سے مراد مرتبے والا شرافت اور فضیلت والا ہے۔ ﴿حَكِيْمٌ﴾ سے مراد محکم، مضبوط جو باطل کے ملنے اور ناحق سے غلط ملط ہو جانے سے پاک ہے، اور آیت میں اس پاک کلام کی بزرگی کا بیان ان الفاظ میں ہے ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ (۱) الخ، یعنی یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں درج ہے اسے بجز پاک فرشتوں کے اور کوئی ہاتھ لگا نہیں پاتا یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے، اور فرمایا ﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ (۲) قرآن نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے قبول کرے وہ ایسے صحیفوں میں سے ہے جو معزز ہیں بلند مرتبہ ہیں اور مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو ذی عزت اور پاک ہیں۔ ان دونوں آیتوں سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے جیسے کہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہو جائے اس لئے کہ عالم بالا میں فرشتے اس کتاب کی عزت و تعظیم کرتے ہیں جس میں یہ قرآن

---

(۱) [سورة الواقعه: آیت ۷۷-۸۰] (۲) [سورة عبس: آیت ۱۱-۱۶]

لکھا ہوا ہے۔ پس اس عالم میں ہمیں بطور اولیٰ اس کی بہت زیادہ تکریم وتعظیم کرنی چاہئے کیونکہ یہ زمین والوں کی طرف ہی بھیجا گیا ہے اور اس کا خطاب انہی سے ہے تو انہیں اس کی بہت زیادہ تعظیم اور ادب کرنا چاہئے۔ اور ساتھ ہی اس کے احکام کو تسلیم کر کے ان پر عامل بن جانا چاہئے۔ کیونکہ رب کا فرمان ہے کہ یہ ہمارے ہاں ام الکتاب میں ہے اور بلند پایہ اور باحکمت ہے' اس کے بعد کی آیت کے ایک معنی تو یہ کئے گئے ہیں کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اطاعت گزاری اور فرمانبرداری نہ کرنے کے ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ اور تمہیں عذاب نہ کریں گے؟۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس امت کے پہلے گزرنے والوں نے جب اس قرآن کو جھٹلایا اسی وقت اگر یہ اٹھالیا جاتا تو تمام دنیا ہلاک کر دی جاتی لیکن اللہ کی وسیع رحمت نے اسے پسند نہ فرمایا اور برابر بیس سال سے زیادہ تک یہ قرآن اترتا رہا اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا لطف ورحمت ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کے انکار اور بدباطن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے انہیں نصیحت وموعظت کرنی نہیں چھوڑتا تاکہ جو ان میں نیکی والے ہیں وہ درست ہو جائیں اور جو درست نہیں ہوتے ان پر حجت تمام ہو جائے' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی اکرم آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب پر گھبرائیں نہیں۔ صبر وبرداشت کیجئے۔ ان سے پہلے کی جو قومیں تھیں ان کے پاس بھی ہم نے اپنے رسول ونبی بھیجے تھے' اور انہیں ہلاک کر دیا وہ آپ کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ زور آور' باہمت اور توانا ہاتھوں والے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا؟ کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے تعداد میں اور قوت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے [1] اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں پھر فرماتا ہے اگلوں کی مثالیں گزر چکی ہیں یعنی عادتیں' سزائیں' عبرتیں'۔ جیسے اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے ہم نے انہیں گزرے ہوئے اور بعد والوں کے لئے عبرتیں بنا دیا۔ اور جیسے فرمان ہے ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي﴾ [2] الخ یعنی اللہ کا طریقہ جو اپنے بندوں میں پہلے سے چلا آیا ہے اور تو اسے بدلتا ہوا نہ پائے گا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَ
الَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾
وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾
لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ
الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً ان کا یہی جواب ہوگا کہ انہیں غالب ودانا اللہ نے ہی پیدا کیا ہے ○ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے کر دیئے

---

[1] [سورۃ غافر : آیت ۸۲] [2] [سورۃ غافر : آیت ۸۵]

تاکہ تم راہ پالیا کرو○ اسی نے آسمان سے ایک انداز کے مطابق پانی نازل فرمایا ہے' اس سے مردہ شہر کو زندہ کردیا' اسی طرح تم نکالے جاؤ گے○ جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور تمہاری سواری کے لئے چوپائے جانور پیدا کئے○ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ذات ہے اس اللہ کی جس نے اسے ہمارے بس میں کردیا باوجودیکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی○ اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں○

حقیقی زادِ راہ تقویٰ و پرہیزگاری: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی ﷺ اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اس کی واحدانیت کو جان کر اور مان کر عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں' جس نے زمین کو فرش اور ٹھہری ہوئی قرارگاہ اور ثابت و مضبوط بنایا جس پر تم چلو' پھرو' رہو' سہو' اٹھو' بیٹھو' سوؤ' جاگو۔ حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ہلنے جلنے سے روک دیا ہے۔ اور اس میں راستے بنادیئے ہیں تاکہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر' ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچ سکو' اسی نے آسمان سے ایسے انداز سے بارش برسائی جو کفایت ہوجائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں' اور پانی تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے۔ پھر اس مینہ سے مردہ زمین زندہ کردی خشکی تری سے بدل گئی جنگل لہلہا اٹھے پھل پھول اگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہوگئے۔ پھر اسی کو مردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی دلیل بنایا۔ اور فرمایا اسی طرح قبروں سے نکالے جاؤ گے' اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے کھیتیاں' پھل' پھول' ترکاریاں اور میوے وغیرہ طرح طرح کی چیزیں اس نے پیدا کردیں۔ مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کیلئے پیدا کئے۔ کشتیاں سمندروں کے سفر کیلئے اور چوپائے جانور خشکی کے سفر کیلئے مہیا کردیئے۔ ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو' بہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں' بہت سے تمہاری سواریوں کے کام آتے ہیں۔ تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں' تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب مزے سے ان پر سوار ہوتے ہو۔ اب تمہیں چاہئے کہ جم کر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کردیئے اور یوں کہو کہ وہ اللہ پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کردیا اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قابل نہ تھے نہ ہم میں اتنی طاقت تھی۔ اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ اس آمد و رفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو۔ جیسے کہ دنیا کے توشے کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے توشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا توشہ لے لیا کرو لیکن بہترین توشہ آخرت کا توشہ ہے۔ اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقعہ پر اخروی لباس کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا لباس تقویٰ افضل و بہتر ہے۔

سواری پر سوار ہونے کی دعائیں: حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو رکاب میں پیر رکھتے ہی فرمایا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ پھر تین مرتبہ ﴿اَلْحَمْدُ

﴿لِلّٰهِ﴾ کہا اور تین مرتبہ ﴿اَللّٰهُ اَکْبَرُ﴾ پھر فرمایا ﴿سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ﴾ پھر ہنس دیئے۔ میں نے پوچھا امیر المومنین آپ ہنسے کیوں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے یہ سب کچھ کہا پھر ہنس دیئے تو میں نے بھی حضور ﷺ سے یہی سوال کیا آپ نے فرمایا کہ جب بندے کے منہ سے اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ وہ کہتا ہے ﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ﴾ میرے رب مجھے بخش دے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ ①

یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ٹھیک جب آپ بیٹھ گئے تو آپ نے تین مرتبہ ﴿اَللّٰهُ اَکْبَرُ﴾ کہا تین مرتبہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہا اور تین مرتبہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ اور ایک مرتبہ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پھر اس پر چت لیٹنے کی طرح ہو کر ہنس دیئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جو شخص کسی جانور پر سوار ہو کر اس طرح کرے جس طرح میں نے کیا تو اللہ عزوجل اس کی طرف متوجہ ہو کر اسی طرح ہنس دیتا ہے جس طرح میں تیری طرف دیکھ کر ہنسا (مسند احمد)۔ ②

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کبھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ان دونوں آیات قرآنی کی تلاوت کرتے پھر یہ دعا مانگتے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا الْبُعْدَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْٓ اَهْلِنَا﴾ یا اللہ! میں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا طالب ہوں اور ان اعمال کا جن سے تو خوش ہو جائے۔ اے اللہ! ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے۔ اور ہمارے لئے دوری کو لپیٹ لے۔ پروردگار تو ہی سفر کا ساتھی اور اہل و عیال کا نگہبان ہے۔ میرے معبود ہمارے سفر میں ہمارا ساتھ دے اور ہمارے گھروں میں ہماری جانشینی فرما۔ اور جب آپ سفر سے واپس گھر کی طرف لوٹتے تو فرماتے ﴿اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ﴾ یعنی واپس لوٹنے والے توبہ کرنے والے ان شاء اللہ عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی تعریفیں

---

① [صحیح: مسند احمد (۹۷/۱) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب مایقول الرجل اذا رکب (۲۶۰۲) ترمذی: کتاب الدعوات: باب ما جاء ما یقول اذا رکب دابة (۳۴۴۶) صحیح ابن حبان (۲۶۹۸) طبرانی فی الدعاء (۷۸۴) بیهقی فی الاسماء والصفات (۹۸۱/۲) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۵۰۲) مسند عبد بن حمید (۸۹) عبد الرزاق (۳۹۶/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

② [ضعیف: مسند احمد (۳۳۰/۱) الدر المنثور للسیوطی (۷۱۶/۵) مجمع الزوائد (۱۳۴/۱۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۳۰۵۷)]

کرنے والے (مسلم ابوداؤد نسائی وغیرہ) ① ابولاس خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سواری کے لئے ہمیں عطا فرمایا کہ ہم اس پر سوار ہو کر حج کو جائیں ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں دیکھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کرائیں۔ آپ نے فرمایا سنو! ہر اونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے تم جب اس پر سوار ہو تو جس طرح میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرو پھر اسے اپنے لئے خادم بنالو یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی سوار کراتا ہے (مسند احمد) ② حضرت ابولاس رضی اللہ عنہ کا نام محمد بن اسود بن خلف ہے۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر اونٹ کی پیٹھ پر شیطان ہے تو تم جب اس پر سواری کرو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو پھر اپنی حاجتوں میں کمی نہ کرو۔ ③

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ۭ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا
يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝۱۶ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا
ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝۱۷ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ
غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝۱۸ وَجَعَلُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ
سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔــلُوْنَ ۝۱۹ وَقَالُوْا لَوْ شَاۗءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ
بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۲۰ۭ

انہوں نے اللہ کے بعض غلاموں کو اس کا جز ٹھہرا دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے ○ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں تو خود رکھ لیں؟ اور تمہیں بیٹوں سے برگزیدہ کیا؟ ○ ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے اللہ رحمٰن کیلئے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور غمگین ہو جاتا ہے ○ کیا (اللہ کی اولا دلڑکیاں ہیں؟) جو زیورات کی نمائش میں پلیں اور جھگڑے میں ظاہر نہ ہو سکیں؟ ○ انہوں نے اللہ تعالیٰ رحمٰن کے عبادت گزار فرشتوں کو عورتیں قرار دے

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحج : باب استحباب الذکر اذا رکب دابة (۱۳۴۲) ابو داؤد : کتاب الجهاد (۲۵۹۹) ابن حبان (۲۶۹۶)]

② [حسن : مسند احمد (۲۲۱/٤) صحیح ابن خزیمة (۲۳۷۷) طبرانی کبیر (۳۳٤/۲۲) ابن سعد فی الطبقات (۲۲۲/٤) ابن ابی عاصم فی الآحاد والمثانی (۲۳۲۸/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۹۳۸)]

③ [حسن صحیح : مسند احمد (٤۹٤/۳) صحیح ابن حبان (۱۷۰۳ـ ۲٦۹٤) دارمی (۲۸۵/۲) طبرانی کبیر (۸۷۸۱/۱۷)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ امام ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن حمزہ کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳٤/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱٦۰۳۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الجامع الصغیر (٤۰۳۱)]

لیے' کیا ان کی پیدائش کے موقعہ پر یہ موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس کی باز پرس کی جائے گی ○ کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے' انہیں اس کی کچھ خبر نہیں یہ تو صرف اٹکل پچو جھوٹ باتیں کہتے ہیں ○

مشرکین کی اللہ پر افترا پردازی: اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس افترا اور کذب کا بیان فرماتا ہے جو انہوں نے اللہ کے نام منسوب کر رکھا ہے جس کا ذکر سورۂ انعام کی آیت ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ﴾[1] الخ۔ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان مشرکین نے ان میں سے کچھ حصہ تو اللہ کا مقرر کیا اور اپنے طور پر کہہ دیا کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا' اب جو ان کے معبودوں کے نام کا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو ہر چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کو پہنچ جاتی ہے' ان کی یہ تجویز کیسی بری ہے؟ اسی طرح مشرکین نے لڑکے لڑکیوں کی تقسیم کر کے لڑکیاں تو اللہ سے متعلق کر دیں جو ان کے خیال میں ذلیل وخوار تھیں۔ اور لڑکے اپنے لئے پسند کئے۔

جیسے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾[2] کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے ڈھنگی تقسیم ہے۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا جزء قرار دے لیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کی اس بدتمیزی کو دیکھو کہ جب یہ لڑکیوں کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں پھر اللہ کیلئے کیسے پسند کرتے ہیں؟ ان کی یہ حالت ہے کہ جب ان میں سے کسی کو یہ خبر پہنچتی ہے کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو منہ بسور لیتا ہے گویا ایک شرمناک اندوہناک خبر سنی۔ کسی سے ذکر تک نہیں کرتا اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ہے ذرا سا منہ نکل آتا ہے۔ لیکن پھر اپنی کامل حماقت کا مظاہرہ کرنے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ یہ خوب مزے کی بات ہے کہ خود جس چیز سے گھبرائیں اللہ کیلئے وہ ثابت کریں۔

پھر فرماتا ہے عورتیں جو ناقص سمجھی جاتی ہیں جن کے نقصانات کی تلافی زیورات اور آرائش سے کی جاتی ہے۔ اور بچپن سے مرتے دم تک وہ بناؤ سنگھار کی محتاج سمجھی جاتی ہیں۔ پھر بحث مباحثہ اور لڑائی جھگڑے کے وقت ان کی زبان نہیں چلتی دلیل نہیں دے سکتیں عاجز رہ جاتی ہیں مغلوب ہو جاتی ہیں' ایسی چیز کو جناب باری علی وعظیم کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ظاہری اور باطنی نقصان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جس کے ظاہری نقصان کو زینت اور زیورات سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' جیسے کہ بعض عرب شاعروں کے اشعار ہیں

وَمَا الْحُلِيُّ اِلَّا زِيْنَةٌ مِّنْ نَّقِيْصَةٍ ۔۔۔ يُتَمِّمُ مِنْ حُسْنٍ اِذَا الْحُسْنُ قَصَّرَا
وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْجَمَالُ مُوَفَّرًا ۔۔۔ كَحُسْنِكَ لَمْ يُحْتَجْ اِلٰى اَنْ يُّزَوَّرَا

یعنی زیورات کمی حسن کو پورا کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ بھرپور جمال کو زیورات کی کیا ضرورت؟ اور باطنی نقصان بھی ہیں جیسے بدلہ نہ لے سکنا نہ زبان سے نہ ہمت سے۔ اس مضمون کو بھی عربوں نے ادا کیا ہے۔ کہ یہ صرف رونے دھونے سے ہی مدد کر سکتی ہیں اور چوری چھپے کوئی بھلائی کر سکتی ہیں' پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو عورتیں سمجھ

---

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۱۳۶]
[2] [سورۃ النجم : آیت ۲۱-۲۲]

رکھا ہے۔ ان سے پوچھو کہ کیا جب وہ پیدا ہوئے تو تم وہاں موجود تھے؟ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہاری ان باتوں سے بے خبر ہیں سب ہمارے پاس لکھی ہوئی ہیں اور قیامت کے دن تم سے ان کا سوال بھی ہوگا۔ جس سے تمہیں ڈرنا چاہئے اور ہوشیار رہنا چاہیۓ پھر ان کی مزید حماقت بیان فرماتا ہے کہ کہتے ہیں ہم نے فرشتوں کو عورتیں سمجھا پھر ان کی مورتیں بنائیں اور پھر انہیں پوج رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم میں اور ان میں حائل ہو جاتا اور ہم انہیں نہ پوج سکتے۔ پس جبکہ ہم انہیں پوج رہے ہیں اور اللہ ہم میں اور ان میں حائل نہیں ہوتا۔ تو ظاہر ہے کہ ہماری یہ پوجا غلط نہیں۔ بلکہ صحیح ہے۔ پس پہلی خطا تو ان کی یہ کہ اللہ کے لئے اولاد ثابت کی' دوسری خطا یہ کہ فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں قرار دیا' تیسری خطا یہ کی کہ انہیں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ جس پر کوئی دلیل و حجت نہیں صرف اپنے بڑوں اور اگلوں اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید ہے۔ چوتھی خطا یہ کہ اسے اللہ کی طرف سے مقدر مانا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر رب اس سے ناخوش ہوتا تو ہمیں اتنی طاقت ہی نہ دیتا کہ ہم ان کی پرستش کریں۔ اور یہ ان کی صریح جہالت و خباثت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سراسر ناخوش ہے۔ ایک ایک پیغمبر اس کی تردید کرتا رہا ایک ایک کتاب اس کی برائی بیان کرتی رہی جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (۱) الخ یعنی ہر امت میں ہم نے رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسرے کی عبادت سے بچو۔ پھر بعض تو ایسے نکلے جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور بعض ایسے بھی نکلے جن پر گمراہی کی بات ثابت ہو چکی۔ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا حشر ہوا؟ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ (۲) الخ' یعنی تو ان رسولوں سے پوچھ لے جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔ کیا ہم نے اپنے سوا دوسروں کی پرستش کی انہیں اجازت دی تھی؟ پھر فرماتا ہے یہ دلیل تو ان کی بڑی بودی ہے اور بودی یوں ہے کہ یہ بے علم ہیں۔ باتیں بنا لیتے ہیں اور جھوٹ بول لیتے ہیں۔ یعنی یہ اللہ کی اس قدرت کو نہیں جانتے۔ (۳)

أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ ﴿٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٢٤﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٥﴾

الزخرف ع

کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی اور کتاب دی تھی جسے یہ مضبوط تھامے ہوئے ہیں؟ ○ نہیں نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں ہم نے

(۱) [سورۃ النحل : آیت ۳۶] (۲) [سورۃ الزخرف : آیت ۴۵]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۱۷۵)]

اپنے باپ دادوں کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر راہ یافتہ ہیں ○ اسی طرح تجھ سے پہلے ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ایک دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں' نبی نے کہا بھی کہ اگرچہ میں اس سے بہت زیادہ مقصود تک پہنچانے والا طریقہ لے کر آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اس کے منکر ہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ○ پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور دیکھ لے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ ○

جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کا بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے ان کے اس شرک سے پہلے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے؟ جس سے وہ سند لاتے ہوں۔ یعنی حقیقت میں ایسا نہیں۔ جیسے فرمایا ﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا﴾ ① الخ' یعنی کیا ہم نے ان پر ایسی دلیل اتاری ہے جو ان سے شرک کو کہے؟ یعنی ایسا نہیں' پھر فرماتا ہے یہ تو نہیں' بلکہ شرک کی سند ان کے پاس ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنے باپ دادوں کی تقلید کہ وہ جس دین پر تھے ہم اسی پر ہیں اور رہیں گے۔ امت سے مراد یہاں دین ہے اور آیت ﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ② الخ' میں بھی امت سے مراد دین ہی ہے۔ ساتھ ہی کہا کہ ہم ان ہی کی راہوں پر چل رہے ہیں' پس ان کے بے دلیل دعوے کو سنا کر اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی روش ان کے اگلوں کی بھی رہی۔ ان کا جواب بھی نبیوں کی تعلیم کے مقابلہ میں یہی تقلید کو پیش کرنا تھا۔ اور جگہ ہے ﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ ③ یعنی ان سے اگلوں کے پاس بھی جو رسول آئے ان کی امتوں نے انہیں بھی جادوگر اور دیوانہ بتایا۔

پس گویا کہ اگلے پچھلوں کے منہ میں یہ الفاظ بھر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرکشی میں یہ سب یکساں ہیں' پھر ارشاد ہے کہ گو یہ معلوم کر لیں کہ نبیوں کی تعلیم باپ دادوں کی تقلید سے بدرجہا بہتر ہے۔ تاہم ان کا برا قصد اور ضد اور ہٹ دھرمی انہیں حق کی قبولیت کی طرف نہیں آنے دیتی' پس ایسے اڑیل لوگوں سے ہم بھی ان کی باطل پرستی کا انتقام نہیں چھوڑتے مختلف صورتوں سے انہیں تہ و بالا کر دیا کرتے ہیں۔ ان کے قصے مذکور و مشہور ہے۔ غور و تامل کے ساتھ دیکھ پڑھ لو۔ اور سوچ سمجھ لو کہ کس طرح کفار برباد کئے جاتے ہیں اور کس طرح مومن نجات پاتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ
فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ
مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ
الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى
رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ

---

① [الروم: ۳۵] ② [الانبیاء: ۹۲] ③ [الذاریات: ۵۲-۵۳]

مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ

بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً

لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا

يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِــُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ

كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

جبکہ ابرہیم نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو ○ بجز اس اللہ کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہ ہی مجھے ہدایت بھی کرے گا ○ ابراہیم اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات پر قائم کر گئے تا کہ لوگ باز آتے رہیں ○ بلکہ میں نے ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو سامان اور اسباب دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف سنانے والا رسول آ گیا ○ حق کے پہنچتے ہی یہ بول پڑے کہ یہ جادو ہے اور ہم اس کے معتقد نہیں ○ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا ○ کیا تیرے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے اور ایک دوسرے سے بلند مرتبہ کیا ہے تا کہ ایک دوسرے کو ماتحت کر لے جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اس سے تیرے رب کی رحمت بہت ہی بہتر ہے ○ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ ہو جائیں تو اللہ رحمٰن کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو ہم چاندی کی بنا دیتے اور زینوں کو بھی جن پر چڑھا کرتے ○ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں ○ اور سونے کے بھی' اور یہ سب کچھ یونہی سا دنیاوی فائدہ ہے' اور آخرت تو تیرے رب کے نزدیک صرف پرہیز گاروں کیلئے ہی ہے ○

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر: قریشی کفار نسب کے اور دین کے اعتبار سے چونکہ خلیل اللہ امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی ان کے سامنے رکھی کہ دیکھو جو اپنے بعد آنے والے تمام نبیوں کے باپ اللہ کے رسول امام الموحدین تھے۔ انہوں نے کھلے لفظوں میں نہ صرف اپنی قوم سے بلکہ اپنے سگے باپ سے بھی کہہ دیا کہ مجھ میں تم میں کوئی تعلق نہیں۔ میں سوائے اپنے سچے اللہ کے جو میرا خالق اور ہادی ہے تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں سب سے بے تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس جرأت' حق گوئی اور جوش توحید کا بدلہ دیا کہ کلمہ توحید کو ان کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھ لیا۔ ناممکن ہے کہ آپ کی اولاد میں اس پاک کلمے کے قائل نہ ہوں۔ انہی کی اولاد اس توحیدی کلمہ کی اشاعت کرے گی اور سعید روحیں اور نیک نصیب لوگ اسی گھرانے سے توحید سیکھیں گے۔ غرض اسلام اور توحید کا معلم یہ گھرانہ قرار پا گیا۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ یہ کفار کفر کرتے رہے اور میں انہیں متاع دنیا دیتا رہا۔ یہ اور بہکتے گئے اور اس قدر بدمست بن گئے کہ جب ان کے پاس دین حق اور رسول حق آئے تو انہوں نے جھٹلانا شروع کر دیا کہ کلام اللہ اور معجزات انبیاء علیہم السلام جادو ہیں اور ہم

ان کے منکر ہیں۔ سرکشی اور ضد میں آ کر کفر کر بیٹھے۔ عناد اور بغض سے حق کے مقابلے پر اتر آئے۔ اور باتیں بنانے لگے کہ کیوں صاحب اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ ہی کا کلام ہے تو پھر مکے اور طائف کے کسی رئیس پر' کسی بڑے آدمی پر' کسی دنیوی وجاہت والے پر کیوں نہ اترا؟ اور بڑے آدمی سے ان کی مراد ولید بن مغیرہ' عروہ بن مسعود' عمیر بن عمرؤ عتبہ بن ربیعہ' حبیب بن عمرؤ ابن عبدیا لیل' کنانہ بن عمرو وغیرہ سے تھی غرض یہ تھی کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے مرتبے کے آدمی پر قرآن نازل ہونا چاہیے تھا۔

اس اعتراض کے جواب میں فرمان باری سرزد ہوتا ہے کہ کیا رحمت الٰہی کے یہ مالک ہیں جو یہ اسے تقسیم کرنے بیٹھے ہیں؟ اللہ کی چیز اللہ کی ملکیت ہے' وہ جسے چاہے دے پھر کہاں اس کا علم اور کہاں تمہارا علم؟ اسے بخوبی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسالت کا حقدار صحیح معنی میں کون ہے؟ یہ نعمت اسی کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ پاک دل ہو۔ سب سے زیادہ پاک نفس ہو سب سے بڑھ کر اشرف گھر کا ہو اور سب سے زیادہ پاک اصل کا ہو۔

دنیا کی قدر و قیمت: پھر فرماتا ہے کہ یہ رحمت اللہ کی تقسیم کرنے والے کہاں سے ہو گئے؟ اپنی روزیاں بھی ان کے اپنے قبضے کی نہیں وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں اور فرق وتفاوت کے ساتھ جسے جب جتنا چاہیں دیں۔ جس سے جب جو چاہیں چھین لیں۔ عقل وفہم' قوت جو طاقت وغیرہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے اور اس میں بھی مراتب جداگانہ ہیں۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے کام لے کیونکہ اس کی اسے اور اس کی اسے ضرورت وحاجت رہتی ہے۔ ایک ایک کے ماتحت رہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم جو کچھ دنیا جمع کر رہے ہو اس کے مقابلہ میں رب کی رحمت ہی بہتر اور افضل ہے' زاں بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں تو کفار کو یہ دنیا اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ اپنے بالاخانوں پر پہنچتے۔ اور ان گھروں کے دروازے' ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی۔ میرے نزدیک دنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل بھی جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں یہیں مل جاتے ہیں۔ کھانے' پینے' رہنے سہنے' برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں بہم پہنچ جاتی ہیں۔ آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہو گی جو اللہ سے کچھ حاصل کر سکیں۔

جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے' اور حدیث میں ہے اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔[1] پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں ان کیلئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کے قدم رکھتے رہے ڈر ڈر کر زندگی گزارتے رہے۔ وہاں رب کی خاص نعمتیں اور مخصوص

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب الزھد: باب ما جآء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزو جل (۲۳۲۰) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب مثل الدنیا (۴۱۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

رحمتیں جو انہیں ملیں گی ان میں کوئی اور ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے بالا خانہ میں گئے اور آپ نے اس وقت اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایلاء کر رکھا تھا دیکھا کہ آپ ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں تو رو دیئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیصر و کسریٰ کس آن بان اور کس شوکت و شان سے زندگی گزار رہے ہیں اور آپ اللہ کے برگزیدہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا۔ اور فرمانے لگے اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے یہیں انہیں مل گئیں۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تو اس سے خوش نہیں کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت۔ [2] بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ پیو یہ دنیا میں ان کیلئے ہیں اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں۔ [3] اور دنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں کہ رب کی نظروں میں دنیا ذلیل و خوار ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو کبھی بھی اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی کا نہ پلاتا۔ [4]

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ
عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ
بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي
الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٤٠﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿٤١﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ
فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ ع

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المظالم: باب العرفة اولعلية المشرفة (٢٤٦٨) صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب فی الایلا واعتزال النسآء (١٤٧٩) مسند احمد (١/٣٤)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب تبتغی مرضات ازواجك (٤٩١٣)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاطعمة: باب الاكل فی اناء مفضض (٥٤٢٦) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحریم استعمال اناء الذهب الفضة (٢٠٦٧) مسنداحمد (١/٣٢١)]

[4] [صحیح: ترمذی: کتاب الزهد: باب ما جآء فی هوان الدنيا على الله عزو جل (٢٣٢٠) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب مثل الدنيا (٤١١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

اور جو شخص اللہ کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے ○ وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ راہ یافتہ ہیں ○ یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش کہ میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب جتنی دوری ہوتی تو بڑا برا ساتھی ہے ○ جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تو تمہیں آج ہرگز تمہارا سب کا عذاب میں شامل ہونا کوئی نفع نہ دے گا ○ کیا پس تو بہرے کو سنا سکتا ہے یا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے؟ اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہو؟ ○ ہم اگر تجھے یہاں سے لے بھی جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں ○ یا جو کچھ ان سے وعدہ کیا ہے وہ تجھے دکھا دیں یقیناً ہم اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں ○ پس جو وحی تیری جانب کی گئی ہے تو اسے مضبوط تھامے رہ یقین مان کہ تو راہ راست پر ہے ○ اور یقیناً یہ خود تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے ○ اور ہمارے ان نبیوں کا حال معلوم کرو جنہیں ہم نے تم سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ ○

اللہ کی یاد سے غافل شخص کے ساتھ شیطان: ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کے ذکر سے غفلت و بے رغبتی کرے اس پر شیطان قابو پا لیتا ہے۔ اور اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ آنکھ کی بینائی کی کمی کو عربی زبان میں ((عَشْيٌ فِيْ الْعَيْنِ)) کہتے ہیں۔ یہی مضمون قرآن کریم کی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾ [1] الخ، یعنی جو شخص ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد مخالفت رسول کر کے مومنوں کی راہ کے سوا دوسری راہ کی پیروی کرے ہم اسے وہیں چھوڑیں گے اور جہنم واصل کریں گے جو بڑی بری جگہ ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ [2] یعنی جب وہ ٹیڑھے ہو گئے اللہ نے ان کے دل بھی کج کر دیئے۔ اور آیت میں فرمایا ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ﴾ [3] یعنی ان کے جو ہم نشین ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وہ ان کے آگے پیچھے کی چیزوں کو زینت والی بنا کر انہیں دکھاتے ہیں یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے غافل لوگوں پر شیطان اپنا قابو کر لیتا ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ خیال جما دیتا ہے کہ ان کی روش بہت اچھی ہے یہ بالکل صحیح دین پر قائم ہیں۔ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور معاملہ کھل جائے گا تو اپنے اس شیطان سے جو ان کے ساتھ تھا براءت ظاہر کرے گا اور کہے گا کاش کہ میرے اور تمہارے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق و مغرب میں ہے۔ یہاں بہ اعتبار غلبے کے مشرقین یعنی دو مشرقوں کا لفظ کہہ دیا گیا ہے جیسے سورج چاند کو قمرین یعنی دو چاند کہہ دیا جاتا ہے اور ماں باپ کو ابوین یعنی دو باپ کہہ دیا جاتا ہے۔

ایک قراءت میں ﴿جَآءَ انَا﴾ بھی ہے یعنی شیطان اور یہ غافل انسان دونوں جب ہمارے پاس آئیں گے۔ حضرت سعید جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر کے اپنی قبر سے اٹھتے ہی شیطان آ کر اس کے ہاتھ سے ہاتھ ملا لیتا ہے پھر جدا نہیں ہوتا یہاں تک کہ جہنم میں بھی دونوں کو ساتھ ہی ڈالا جاتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جہنم میں تم سب کا جمع ہونا اور وہاں کے عذابوں میں شریک ہونا تمہارے لئے نفع دینے والا نہیں اس کے بعد اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ازلی بہروں کے کان میں آپ ہدایت کی آواز نہیں ڈال سکتے مادر

---

[1] [النساء: ۱۱۵] [2] [الصف: ۵] [3] [فصلت: ۲۵]

زادا ندھوں کو آپ راہ نہیں دکھا سکتے' صریح گمراہی میں پڑے ہوئے آپ کی ہدایت قبول نہیں کر سکتے۔یعنی تجھ پر ہماری جانب سے یہ فرض نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ہر شخص مسلمان ہو ہی جائے۔ ہدایت تیرے قبضے کی چیز نہیں۔ جو حق کی طرف کان ہی نہ لگائے جو سیدھی رہ کی طرف آنکھ ہی نہ اٹھائے جو بہکے اور اسی میں خوش رہے تو تجھے ان کی بابت کیوں اتنا خیال ہے؟ تجھ پر ضروری کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ہدایت وضلالت ہمارے ہاتھ کی چیزیں ہیں ہم عادل ہیں۔ہم حکیم ہیں ہم جو چاہیں گے کریں گے۔تم تنگ دل نہ ہو جایا کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر چہ ہم تجھے یہاں سے لے جائیں پھر بھی ہم ان ظالموں سے بدلہ لئے بغیر تو رہیں گے نہیں' اگر ہم تجھے تیری آنکھوں سے وہ دکھا دیں جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے تو ہم اس سے عاجز نہیں۔غرض اس طرح اور اس طرح دونوں صورتوں میں کفار پر عذاب تو آئے گا ہی۔لیکن پھر وہ صورت پسند کی گئی جس میں پیغمبر کی عزت زیادہ تھی۔یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت نہ کیا جب تک کہ آپ کے دشمنوں کو مغلوب نہ کر دیا۔آپ کی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر دیں آپ ان کی جانوں اور مالوں اور ملکیتوں کے مالک نہ بن گئے یہ تو ہے تفسیر حضرت سدی رحمہ اللہ وغیرہ کی۔

لیکن حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اٹھا لئے گئے اور انتقام باقی رہ گیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آپ کی زندگی میں امت میں وہ معاملات نہ دکھائے جو آپ کو ناپسندیدہ تھے۔ بجز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے سامنے ان کی امتوں پر عذاب آئے۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم کرا دیا گیا۔ کہ آپ کی امت پر کیا کیا وبال آئیں گے۔اس وقت سے لے کر وصال کے وقت تک کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھل کھلا کر ہنستے ہوئے دیکھے نہیں گئے۔ [1] حضرت حسن رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ایک حدیث میں ہے ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر مصیبت آجائے گی۔ میں اپنے اصحاب کا ذریعہ امن ہوں میرے جانے کے بعد میرے اصحاب پر وہ آجائے گا جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ [2]

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو قرآن تجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ جو سراسر حق وصدق ہے جو حقانیت کی سیدھی اور صاف راہ کی رہنمائی کرتا ہے تو اسے مضبوطی کے ساتھ لئے رہ۔ یہی جنت نعیم اور راہ مستقیم کا رہبر ہے۔اس پر چلنے والا اس کے احکام کو تھامنے والا بہک اور بھٹک نہیں سکتا' یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے۔یعنی شرف اور بزرگی ہے۔ بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر (یعنی خلافت وامامت) قریش میں ہی رہے گا جو ان سے جھگڑے گا اور چھینے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ گرائے گا جب تک دین کو قائم رکھیں' [3] اس لئے بھی آپ کی شرافت قومی اس میں ہے کہ یہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان میں اترا ہے۔لغت قریش میں ہی نازل ہوا ہے تو

---

[1] [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۸۷۲)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب بیان ان بقاءالنبی امان لا صحابه (۲۵۳۱) مسند احمد (۳۹۸/٤)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاحکام : باب الامراء من قریش (۷۱۳۹) مسنداحمد (۹٤/٤)]

ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ اسے یہی سمجھیں گے۔ انہیں لائق ہے کہ سب سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ عمل بھی انہی کا اس پر رہے۔ بالخصوص اس میں بڑی بھاری بزرگی ہے ان مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم کی جنہوں نے اول اول سبقت کرکے اسلام قبول کیا۔ اور ہجرت میں بھی سب سے پیش پیش رہے اور جو ان کے قدم بقدم چلے۔ ذکر کے معنی نصیحت کے بھی کئے گئے ہیں۔ اس صورت میں یہ یاد رہے کہ آپ کی قوم کے لئے اس کا نصیحت ہونا دوسروں کے لئے نصیحت نہ ہونے کے معنی میں نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرمان ہے ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (1) یعنی بالیقین ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا پس تم عقل نہیں رکھتے؟ اور آیت میں ہے ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (2) یعنی اپنے خاندانی قرابت داروں کو ہوشیار کر دے۔ غرض نصیحت قرآنی رسالت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عام ہے کنبہ والوں کو اور دنیا کے کل لوگوں کو شامل ہے۔

پھر فرماتا ہے تم سے عنقریب سوال ہوگا کہ کہاں تک اس کلام اللہ پر عمل کیا اور کہاں تک اسے مانا؟ رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو وہی دعوت دی جو اے آخر الزماں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی امت کو دے رہے ہیں۔ کل انبیاء علیہم السلام کے دعوت ناموں کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے توحید پھیلائی اور شرک کو ختم کیا۔ جیسے خود قرآن میں ہے کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت نہ کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یہ آیت اس طرح ہے۔ ﴿وَاسْئَلِ الَّذِيْنَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ پس یہ مثل تفسیر کے ہے نہ کہ تلاوت کے۔ واللہ اعلم۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ان سے دریافت کر لے جن پر تجھ سے پہلے ہم اپنے اور رسولوں کو بھیج چکے ہیں' عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبیوں سے پوچھ لے۔ یعنی معراج والی رات کو جب انبیاء علیہم السلام آپ کے سامنے جمع تھے کہ ہر نبی توحید سکھانے اور شرک مٹانے کی ہی تعلیم لے کر ہماری جانب سے مبعوث ہوتا رہا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ
اُخْتِهَا ۖ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ
يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا موسیٰ نے ظاہر کیا کہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں ○ جب ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو وہ بے ساختہ ان پر ہنسنے لگے ○ ہم انہیں جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری سے بڑھی چڑھی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا۔ تاکہ وہ باز آ جائیں ○ وہ کہنے لگے اے جادوگر ہمارے لئے

---

(1) [سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰]
(2) [سورۃ الشعراء: آیت ۲۱۴]

اپنے رب سے اس کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے' یقین مان کہ ہم راہ پر لگ جائیں گے ○ پھر جب ہم نے وہ
عذاب ان سے ہٹا لیا انہوں نے اسی وقت اپنا قول وقرار توڑ دیا ○

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری نے اپنا رسول و نبی بنا کر فرعون اور اس کے امراء اور اس کی رعایا قبطیوں اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں توحید سکھائیں اور شرک سے بچائیں۔ آپ کو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرمائے۔ جیسے ہاتھ کا روشن ہو جانا' لکڑی کا اژدھا بن جانا وغیرہ۔ لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔ اس پر اللہ کا عذاب آیا تا کہ انہیں عبرت بھی ہو۔ اور نبوت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل بھی ہو۔ پس طوفان آیا' ٹڈیاں آئیں' جوئیں آئیں' مینڈک آئے اور کھیت مال' جان' اور پھل وغیرہ کی کمی میں مبتلا ہوئے۔ جب کوئی عذاب آتا تو تلملا اٹھتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرتے انہیں رضا مند کرتے ان سے قول وقرار کرتے۔ آپ دعا مانگتے عذاب ہٹ جاتا۔ یہ پھر سرکشی پر اتر آتے۔ عذاب آتا پھر یہی ہوتا ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے' ان کے زمانے کے علماء کا یہی لقب تھا اور انہی لوگوں میں علم تھا اور ان کے زمانے میں یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ انہیں تو اپنا کام نکالنا تھا۔ ہر بار اقرار کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر جب عذاب ہٹ جاتا تو وعدہ شکنی کرتے اور قول وقرار توڑ دیتے۔ اور آیت ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ﴾ (1) میں اس پورے واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ
مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ
يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾
فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا
مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۵ ۱۱

فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا اے میری قوم کیا مصر کا ملک میرا نہیں؟ اور میرے محلوں کے نیچے یہ نہریں بہہ رہی ہیں' کیا تم دیکھ نہیں رہے؟ ○ بلکہ میں بہتر ہوں بہ نسبت اس کے جو بے توقیر ہے۔ اور صاف بول بھی نہیں سکتا ○ اچھا اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں آ پڑتے یا اس کے ساتھ پرا (صف) باندھ کر فرشتے ہی آ جاتے ○ اس نے اپنی قوم کی عقل کھو دی اور انہوں نے اسی کی مان لی' یقیناً یہ سارے ہی بے حکم لوگ تھے ○ پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو ڈبو دیا ○ پس ہم نے گیا گزرا کر دیا اور پچھلوں کیلئے مثال بنا دی ○

فرعون کی سرکشی: فرعون کی سرکشی اور خود بینی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے ان میں بڑی باتیں

(1) [سورۃ الاعراف: آیت ۱۳۳۔۱۳۵]

ہانکنے لگا اور کہا کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات اور محلات میں نہریں جاری نہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو دیکھ نہیں رہے؟ پھر موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو جو فقراء اور ضعفاء ہیں۔

کلام پاک میں اور جگہ ہے اس نے جمع کر کے سب سے کہا میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں جس پر اللہ نے اسے یہاں کے اور وہاں کے عذابوں میں گرفتار کیا' [1] ﴿اَمْ﴾ معنی میں ﴿بَلْ﴾ کے ہے۔ بعض قاریوں کی قراءت ﴿اَمَـا اَنَا﴾ بھی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر یہ قراءت صحیح ہو جائے تو معنی تو بالکل واضح اور صاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ قراءت تمام شہروں کی قراءت کے خلاف ہے سب کی قراءت ﴿اَمْ﴾ استفہام کا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فرعون ملعون اپنے آپ کو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے بہتر و برتر بنا رہا ہے اور یہ دراصل اس ملعون کا جھوٹ ہے۔ ﴿مُهِيْنٌ﴾ کے معنی حقیر' ضعیف' بے مال' بے شان۔

پھر کہتا ہے موسیٰ علیہ السلام تو صاف بولنا بھی نہیں جانتا' اس کا کلام فصیح نہیں' وہ اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر سکتا۔ بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ علیہ السلام نے اپنے منہ میں آگ کا انگارہ رکھ لیا تھا جس کا اثر زبان پر باقی رہ گیا تھا۔ یہ بھی فرعون کا مکر جھوٹ اور دجل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاف گو صحیح کلام کرنے والے' ذی عزت' بارعب و باوقار تھے۔ لیکن چونکہ ملعون اپنے کفر کی آنکھ سے نبی اللہ کو دیکھتا تھا اس لئے اسے یہی نظر آتا تھا۔ حقیقتاً ذلیل و غبی وہ خود تھا۔ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بوجہ اس انگارے کے جسے بچپن میں منہ میں رکھ لیا تھا لکنت تھی لیکن آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی تا کہ آپ لوگوں کو باآسانی اپنا مدعا سمجھا سکیں۔ اور اگر مان لیا جائے کہ تاہم کچھ باقی رہ گئی تھی کیونکہ دعاء کلیم میں اتنا ہی تھا کہ میری زبان کی اس قدر گرہ کھل جائے کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ تو یہ بھی کوئی عیب کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو جیسا بنا دیا وہ ویسا ہی ہے اس میں عیب کی کونسی بات ہے؟ دراصل فرعون ایک کلام بنا کر ایک مسودہ گھڑ کر اپنی جاہل رعایا کو بھڑکانا اور بہکانا چاہتا تھا۔

دیکھئے! وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ کیوں جی اس پر آسمان سے ہن (دولت) کیوں نہیں برستا۔ مالداری تو اسے اتنی ہونی چاہئے کہ ہاتھ سونے سے پر ہوں لیکن یہ تو محض مفلس ہے۔ اچھا یہ بھی نہیں تو اللہ اس کے ساتھ فرشتے ہی کر دیتا جو کم از کم ہمیں باور کرا دیتے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں' غرض ہزار جتن کر کے لوگوں کو بیوقوف بنا لیا اور انہیں اپنا ہم خیال اور ہم سخن کر لیا۔ یہ خود فاسق فاجر تھے۔

فسق و فجور کی پکار پر فوراً سج گئے' پس جب ان کا پیمانہ چھلک گیا اور انہوں نے دل کھول کر رب کی نافرمانی کر لی اور رب کو خوب ناراض کر دیا تو پھر اللہ کا کوڑا ان کی پیٹھ پر برسا اور اگلے پچھلے سارے کرتوت پکڑ لئے گئے۔ جہاں ایک ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے وہاں جہنم میں جلتے جھلستے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اللہ دنیا دیتا چلا جائے اور وہ اللہ کی نافرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ نے اسے ڈھیل دے رکھی

---

[1] [سورۃ النازعات : آیت ۲۳۔۲۵]

ہے پھر حضور ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن ابی حاتم)۔ [1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ایمان دار پر تو یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کو پڑھ سنایا۔ [2] حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں انتقام غفلت کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ سبحانہ

وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں نمونہ بنا دیا کہ ان کے سے کام کرنے والے ان کے انجام کو دیکھ لیں۔ اور یہ مثال یعنی باعث عبرت بن جائے کہ ان کے بعد آنے والے ان کے واقعات پر غور کریں اور اپنا بچاؤ ڈھونڈیں۔ واللہ سبحانہ وتعالی الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝٥٧ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ
هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝٥٨ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا
عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝٥٩ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي
الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝٦٠ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ
مُسْتَقِيمٌ ۝٦١ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝٦٢ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ
بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝٦٣ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ
مُسْتَقِيمٌ ۝٦٤ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ
عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۝٦٥

جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تیری قوم پکار اٹھی ○ اور کہنے لگی کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو ○ عیسیٰ بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نشان قدرت بنایا ○ اگر ہم چاہتے تو تمہارے عوض فرشتے کر دیتے۔ جو زمین میں جانشینی کرتے ○ اور یقیناً عیسیٰ قیامت کی علامت ہے پس تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری تابعداری کرو، یہی سیدھی راہ ہے ○ شیطان تمہیں روک نہ دے، یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے ○ جب عیسیٰ معجزے لائے اور کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ جن بعض چیزوں میں تم مختلف ہو انہیں واضح کر دوں، پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ○ میرا اور تمہارا رب فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے پس تم سب اس کی عبادت کرو، راہ راست یہی ہے ○ پھر بنی اسرائیل کی جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا، پس ظالموں کے لئے خرابی ہے دکھ والے دن کی آفت سے ○

---

[1] [ضعیف: اس کی سند میں ابن اخی ابن وہب راوی ضعیف ہے۔]

[2] [الدرالمنثور للسیوطی (۷/۳۸۴)]

قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول: ﴿یَصِدُّوْنَ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد، عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ نے کئے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے یعنی اس سے انہیں تعجب معلوم ہوا۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں گھبرا کر بول پڑے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے منہ پھیرنے لگے۔ اس کی وجہ جو امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنی سیرت میں بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن مغیرہ وغیرہ قریشیوں کے پاس تشریف فرما تھے نضر بن حارث آ گیا اور آپ سے کچھ باتیں کرنے لگا جس میں وہ لاجواب ہو گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی آیت ﴿اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ﴾ (1) الخ، کئی آیتوں تک پڑھ کر سنائیں یعنی تم اور تمہارے معبود سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے گئے تھوڑی ہی دیر میں عبداللہ بن زبعری تمیمی آیا تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا کہ نضر بن حارث تو ابن عبدالمطلب سے ہار گیا اور بالآخر ابن عبدالمطلب ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہتے ہوئے چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا اگر میں ہوتا تو خود انہیں لاجواب کر دیتا جاؤ ذرا ان سے پوچھو تو کہ جب ہم اور ہمارے سارے معبود دوزخی ہیں تو لازم آیا کہ سارے فرشتے اور حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام بھی جہنم میں جائیں گے کیونکہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر مجلس کے کفار بہت خوش ہوئے اور کہا ہاں یہ جواب بہت ٹھیک ہے۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی سے کرائے یہ دونوں عابد ومعبود جہنمی ہیں۔ فرشتوں یا نبیوں نے نہ اپنی عبادت کا حکم دیا نہ وہ اس سے خوش۔ ان کے نام سے دراصل یہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں وہی انہیں شرک کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بجالاتے ہیں اس پر آیت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ﴾ (2) الخ، نازل ہوئی یعنی حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر علیہما السلام اور ان کے علاوہ جن احبار ورہبان کی پرستش یہ لوگ کرتے ہیں اور خود وہ اللہ کی اطاعت پر تھے شرک سے بیزار اور اس سے روکنے والے تھے اور ان کے بعد ان گمراہوں جاہلوں نے انہیں معبود بنا لیا تو وہ محض بے قصور ہیں۔ اور فرشتوں کو جو مشرکین اللہ کی بیٹیاں مان کر پوجتے تھے ان کی تردید میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ (3) الخ، سے کئی آیتوں تک نازل ہوئیں اور ان کے اس باطل عقیدے کی پوری تردید کر دی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس نے جو جواب دیا تھا جس پر مشرکین خوش ہوئے تھے یہ آیتیں اتریں کہ اس قول کو سنتے ہی کہ معبودان باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے انہوں نے جھٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی کو پیش کر دیا اور یہ سنتے ہی مارے خوشی کے آپ کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگے کہ ہم نے دبا لیا۔ ان سے کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی سے اپنی یا کسی اور کی پرستش نہیں کرائی وہ تو خود برابر ہماری غلامی میں لگے رہے اور ہم نے بھی انہیں اپنی بہترین نعمتیں عطا فرمائیں۔ ان کے ہاتھوں جو معجزات دنیا کو دکھائے وہ قیامت کی دلیل تھے۔ حضرت ابن عباس

---

(1) [سورۃ الانبیاء: آیت ۹۸] (2) [سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۱]

(3) [سورۃ الانبیاء: آیت ۲۶]

رضی اللہ عنہما سے ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے اپنے معبودوں کا جہنمی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن کر کہا کہ پھر آپ ابن مریم (علیہما السلام) کی نسبت کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اب کوئی جواب ان کے پاس نہ رہا تو کہنے لگے واللہ! یہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب مان لیا ہے ہم بھی انہیں رب مان لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو صرف بکواس ہے۔ کھسیانے ہو کر بے تکی باتیں کرنے لگے ہیں۔ [1]

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن میں ایک آیت ہے مجھ سے کسی نے اس کی تفسیر نہیں پوچھی۔ میں نہیں جانتا کہ کیا ہر ایک اسے جانتا ہے یا نہ جان کر پھر بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے؟ پھر اور باتیں بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہوئی اور آپ چلے گئے۔ اب ہمیں بڑا افسوس ہونے لگا کہ وہ آیت تو پھر بھی رہ گئی اور ہم میں سے کسی نے دریافت ہی نہ کیا۔ اس پر ابن عقیل انصاری کے مولیٰ ابویحییٰ نے کہا کہ اچھا کل صبح جب تشریف لائیں گے تو میں پوچھ لوں گا۔ دوسرے دن جو آئے تو میں نے ان کی کل کی بات دہرائی اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قریش سے فرمایا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہو اور اس میں خیر ہو۔

اس پر قریش نے کہا کیا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت نہیں کرتے؟ اور کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی اور اس کا برگزیدہ نیک بندہ نہیں مانتے؟ پھر اس کا کیا مطلب ہوا کہ اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہو وہ خیر سے خالی ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ کہ جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ذکر آیا تو یہ لوگ ہنسنے لگے۔ وہ قیامت کا علم ہیں یعنی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قیامت کے دن سے پہلے نکلنا۔ [2]

ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت پچھلے جملے کے علاوہ ہے، حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے اس قول کا کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا یہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے معبود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہیں یہ تو اپنے آپ کو پجوانا چاہتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿أَمْ هٰذَا﴾ ہے۔ [3] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ان کا مناظرہ نہیں بلکہ مجادلہ اور مکابرہ ہے یعنی بے دلیل جھگڑا اور بے وجہ حجت بازی ہے خود یہ جانتے ہیں کہ نہ یہ مطلب ہے نہ ہمارا یہ اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اولاً تو آیت میں لفظ مَا ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے دوسرے یہ کہ آیت میں خطاب کفار قریش سے ہے جو اصنام و انداد یعنی بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے وہ مسیح کے پجاری نہ تھے جو یہ اعتراض برمحل مانا جائے۔ پس یہ صرف جدل ہے یعنی وہ بات کہتے ہیں جس کے غیر صحیح ہونے کو ان کا اپنا دل بھی

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵/۸٦)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[2] [حسن: مسند احمد (۱/۳۱۸)] شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۹۱۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۰۲)]

جانتا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتی جب تک بے دلیل حجت بازی اس میں نہ آ جائے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ (۱) ابن ابی حاتم میں اس حدیث کے شروع میں یہ بھی ہے کہ ہر امت کی گمراہی کی پہلی بات اپنے نبی کے بعد تقدیر کا انکار کرنا ہے۔ (۲) ابن جریر میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں آئے اس وقت وہ قرآن کی آیتوں میں بحث کر رہے تھے۔ آپ سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا اس طرح اللہ کی کتاب کی آیتوں کو ایک دوسری کے ساتھ ٹکراؤ نہیں یاد رکھو جھگڑے کی اسی عادت نے اگلے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ پھر آپ نے ﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ (۳)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک بندے تھے۔ جن پر نبوت و رسالت کا انعام باری تعالیٰ ہوا تھا۔ اور انہیں اللہ کی قدرت کی نشانی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین بنا کر فرشتوں کو اس زمین پر آباد کر دیتے۔ یا یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو یہی بات ان میں کر دیتے۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی بجائے تمہارے زمین کی آبادی ان سے ہوتی۔ اس کے بعد جو فرمایا ہے کہ وہ قیامت کی نشانی ہے اس کا مطلب جو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے وہ کچھ ٹھیک نہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ دور کی بات یہ ہے کہ بقول حضرت قتادہ' حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ہٗ کی ضمیر کا مرجع عائد ہے حضرت عیسیٰ پر۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ اس لئے کہ اوپر سے ہی آپ کا بیان چلا آ رہا ہے' اور یہ بھی واضح رہے کہ مراد یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے۔ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (۴) یعنی ان کی موت سے پہلے ایک ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے۔ قیامت کے دن یہ ان پر گواہ ہوں گے۔ اس مطلب کی پوری وضاحت اسی آیت کی دوسری قراءت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے ﴿اِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ یعنی جناب روح اللہ قیامت کے قائم ہونے کا نشان وعلامت ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نشان ہیں قیامت کیلئے یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قیامت سے پہلے آنا۔ اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور یہی مروی ہے ابو العالیہ'

---

(۱) [حسن : مسند احمد (۵/۲۵۲) ترمذی : کتاب التفسیر : تفسیر سورة الزخرف (۳۲۵۳) ابن ماجه : مقدمه : باب اجتناب البدعة والمجدل (۴۸) مستدرك حاکم (۲/۴۴۸)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

(۲) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۰۳)] اس کی سند میں قاسم راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۰۳)] اس کی سند میں بھی قاسم ضعیف اور جعفر متروک ہے۔]

(۴) [سورة النسآء : آیت ۱۵۹]

ابو مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ سے۔ اور متواتر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور حاکم باانصاف ہو کر نازل ہوں گے۔ پس تم قیامت کا آنا یقینی جانو اس میں شک وشبہ نہ کرو اور جو خبریں میں تمہیں دے رہا ہوں اس میں میری تابعداری کرو یہی صراط مستقیم ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان جو تمہارا کھلا دشمن ہے تمہیں صحیح راستے سے اور میری واجب اتباع سے روک دے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں حکمت یعنی نبوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور دینی امور میں جو اختلافات تم نے ڈال رکھے ہیں۔ میں اس میں جو حق ہے اسے ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ [1] ابن جریر رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں اور یہی قول بہتر اور پختہ ہے پھر امام صاحب نے ان لوگوں کے قول کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ بعض کا لفظ یہاں پر کل کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل میں لبید شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہاں بھی بعض سے مراد قائل کا خود اپنا نفس ہے نہ کہ سب نفس۔ امام صاحب نے شعر کا جو مطلب بیان کیا ہے یہ بھی ممکن ہے۔ پھر فرمایا جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں اللہ کا لحاظ رکھو اس سے ڈرتے رہو۔ اور میری اطاعت گزاری کرو جو لایا ہوں اسے مانو، یقین مانو کہ تم سب اور خود میں اس کے غلام ہیں، اس کے محتاج ہیں، اس کے در کے فقیر ہیں، اس کی عبادت ہم سب پر فرض ہے وہ واحد ہے لاشریک ہے۔ بس یہی توحید کی راہ راہ مستقیم ہے۔ اب لوگ آپس میں متفرق ہو گئے، بعض تو کلمۃ اللہ کو اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہتے تھے اور یہی حق والی جماعت تھی، اور بعض نے ان کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے فرزند ہیں۔ اور بعض نے کہا آپ ہی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں دعوؤں سے پاک ہے اور بلند وبرتر ہے۔ اسی لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ان ظالموں کے لئے خرابی ہے۔ قیامت والے دن انہیں المناک عذاب اور دردناک سزائیں ہوں گی۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ
يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ
تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ
الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾

یہ لوگ صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر آ پڑے اور انہیں خبر بھی نہ ہو ○ اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے ○ میرے بندو آج نہ تو تم پر کوئی خوف وہراس ہے اور نہ تم بددل اور غمزدہ ہو گے ○ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ فرمانبردار مسلمان ○ تم اور تمہارے جوڑ کے لوگ ہشاش

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۰۷)]

بشاش راضی خوشی جنت میں چلے جاؤ ○ ان کے چاروں طرف سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور لگا دیا جائے گا' اور ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں سب وہاں ہوگا' اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے ○ یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو ○ یہاں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں' جنہیں تم کھاتے رہو گے ○

متقی لوگ جنت میں جائیں گے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تو یہ مشرک قیامت کا انتظار کر رہے ہیں جو محض بے سود ہے' اس لئے کہ اس کے آنے کا کسی کو صحیح وقت تو معلوم نہیں وہ اچانک یونہی بے خبری کی حالت میں آ جائے گی اس وقت گو نادم ہوں لیکن اس سے کیا فائدہ؟ یہ اسے ناممکن سمجھے ہوئے ہیں لیکن وہ نہ صرف ممکن بلکہ یقیناً آنے ہی والی ہے اور اس وقت کا یا اس کے بعد کا کوئی عمل کسی کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اس دن جن کی دوستیاں غیر اللہ کے لئے تھیں وہ سب عداوت سے بدل جائیں گی۔ ہاں جو دوستی صرف اللہ کے واسطے تھی وہ باقی اور دائم رہے گی۔ جیسے خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے بتوں سے جو دوستیاں کر رکھی ہیں یہ صرف دنیا کے رہنے تک ہی ہیں قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا نہ صرف انکار کریں گے بلکہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور کوئی نہ ہوگا جو تمہاری امداد پر آئے۔ [1] ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے اے اللہ! فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز اللہ سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھا جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کیلئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا ہے تو تو بہت ہنستا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا۔ برائیوں کی رغبت دلاتا تھا۔ بھلائیوں سے روکتا تھا اور تیری ملاقات نہ ہونے کا مجھے یقین دلاتا تھا پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرنا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضب ناک ہوا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ۲۵]

اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستی۔ ابن عساکر میں ہے کہ جن دوشخصوں نے اللہ کیلئے آپس میں دوستانہ کر رکھا ہے خواہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن قیامت کے دن اللہ انہیں جمع کر کے فرمائے گا کہ یہی ہے جسے تو میری وجہ سے چاہتا تھا۔ [1]

پھر فرمایا کہ ان متقیوں سے روز قیامت میں فرمایا جائے گا کہ تم خوف و ہراس سے دور رہو۔ ہر طرح سے امن وچین سے رہو سہو یہ ہے تمہارے ایمان واسلام کا بدلہ۔ یعنی باطن میں یقین واعتقاد کامل۔ اور ظاہر میں شریعت پر عمل۔ حضرت معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے۔ تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے میرے بندو! آج کے دن نہ تم پر خوشی نہ خوف ہے نہ ہراس تو تمام کے تمام اسے عام سمجھ کر خوش ہو جائیں گے، وہیں منادی کہے گا وہ جو لوگ دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے اس وقت سوائے سچے پکے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہو جائیں گے، پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم نعمت وسعادت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ سورۂ روم میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے، چاروں طرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذذ مرغن خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی طشتریاں، رکابیاں اور پیالیاں پیش ہوں گی۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے غلمان ادھر ادھر گردش کر رہے ہوں گے ﴿تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ﴾ اور ﴿تَشْتَهِي الْاَنْفُسُ﴾ دونوں قراءتیں ہیں۔

یعنی انہیں مزیدار خوشبو والے اچھی رنگت والے من مانے کھانے پینے ملیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے نیچے درجے کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے۔ صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے رکھے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہوگا۔ اور اوّل سے آخر تک اس کی اشتہاء برابر اور یکساں رہے گی۔ اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کرے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ (عبدالرزاق) [2]

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا، چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے ادنیٰ مرتبے کے جنتی کے بالاخانے کی سات منزلیں ہوں گی یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر

---

(1) [اسنادہ ضعیف: مختصر تاریخ دمشق (۷۹/۲۷)]

(2) [مرسل: تفسیر عبدالرزاق (۲۷۸۵)]

(3) [ضعیف: اس کی سند میں حسن اور ابوہریرہؓ کے درمیان انقطاع ہے۔]

ساتویں ہوگی۔ اس کے تین خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام وشراب پیش کریں گے۔ ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب وغریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا اوّل سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہاء ویسی ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی۔ وہ بھی ایک سے ایک سوا ہوگی۔ یہ کہے گا کہ اے اللہ! اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں۔ سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آسکتی۔ اور اس کی بہتر بیویاں حور عین میں سے ہوں گی۔ اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ [1] پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہو گے۔ نہ موت آئے، نہ گھاٹا آئے، نہ جگہ بدلے نہ تکلیف پہنچے پھر ان پر اپنا فضل واحسان بتایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بغیر رحمت اللہ کے صرف اپنے اعمال کی بناء پر جنت میں نہیں جاسکتا۔ البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہوگا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنمی اپنی جنت کی جگہ جہنم میں سے دیکھیں گے اور حسرت وافسوس سے کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہو جاتا۔ اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جہنم کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہے گا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ خود ہماری رہنمائی نہ کرتا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ہر ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔ پس کافر مومن کی جہنم کی جگہ کا وارث ہوگا۔ اور مومن کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہوگا یہی فرمان باری ہے کہ اس جنت کے وارث تم بہ سبب اپنے اعمال کے بنائے گئے ہو۔

کھانے پینے کے ذکر کے بعد اب میووں اور ترکاریوں کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ بھی بکثرت مرغوب طبع انہیں ملیں گی۔ جس قسم کی یہ چاہیں اور ان کی خواہش ہو۔ غرض بھرپور نعمتوں کے ساتھ رب کی رضامندی کے گھر میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ آمین

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿74﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ
مُبْلِسُوْنَ ﴿75﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿76﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ
عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿77﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ
كٰرِهُوْنَ ﴿78﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿79﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ
بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿80﴾

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۲/۵۳۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۰۹۳۳)]

بے شک گنہگار لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے ○ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے ○ اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے' وہ کہے گا کہ تمہیں تو ہمیشہ رہنا ہے ○ ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے ہیں ○ کیا انہوں نے کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو یقین مانو کہ ہم بھی پختہ کام کرنے والے ہیں ○ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے؟ برابر سن رہے ہیں بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں ○

کافروں کا ٹھکانہ جہنم: اوپر چونکہ نیک لوگوں کا حال بیان ہوا تھا اس لئے یہاں بدبختوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ گنہگار جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے' ایک ساعت بھی انہیں ان عذابوں میں تخفیف نہ ہوگی۔ اور اس میں وہ ناامید محض ہو کر پڑے رہیں گے۔ ہر بھلائی سے وہ مایوس ہو جائیں گے' ہم ظلم کرنے والے نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی جان پر آپ ہی ظلم کیا۔ ہم نے رسول بھیجے کتابیں نازل فرمائیں حجت قائم کر دی۔ لیکن یہ اپنی سرکشی سے عصیان سے' طغیان سے باز نہ آئے' اس پر یہ بدلہ پایا۔ اس میں اللہ کا کوئی ظلم نہیں۔ اور نہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ یہ جہنمی مالک کو یعنی داروغہ جہنم کو پکاریں گے' صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کی [1] اور فرمایا یہ موت کی آرزو کریں گے تاکہ عذاب سے چھوٹ جائیں لیکن اللہ کا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا﴾ [2] یعنی نہ تو انہیں موت آئے گی اور نہ عذاب سے تخفیف ہوگی۔ اور فرمان باری ہے ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ○ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ○ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ [3] یعنی وہ بدبخت اس نصیحت سے علیحدہ ہو جائے گا جو بڑی سخت آگ میں پڑے گا پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جئے گا۔

پس جب یہ داروغہ جہنم سے نہایت لجاجت سے کہیں گے کہ آپ ہماری موت کی دعا اللہ سے کیجئے تو وہ جواب دے گا کہ تم اس میں پڑے رہنے والے ہو مرو گے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکث ایک ہزار سال ہے۔ یعنی نہ مرو گے نہ چھٹکارا پاؤ گے نہ بھاگ سکو گے' پھر ان کی سیاہ کاری کا بیان ہو رہا ہے کہ جب ہم نے ان کے سامنے حق کو پیش کر دیا واضح کر دیا تو انہوں نے اسے ماننا تو ایک طرف اس سے نفرت کی۔ ان کی طبیعت ہی اس طرف مائل نہ ہوئی حق اور حق والوں سے نفرت کرتے رہے اس سے رکتے رہے۔ ہاں ناحق کی طرف مائل رہے۔ ناحق والوں سے ان کی خوب بنتی رہی۔ پس تم اپنے نفس کو ہی ملامت کرو۔ اور اپنے ہی اوپر افسوس کرو لیکن آج کا افسوس بھی بے فائدہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے بدترین مکر اور زبردست داؤ کھیلنا چاہا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ یہی کیا' حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی یہی تفسیر ہے۔ اور اس کی شہادت اس آیت میں ہے ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا

---

[1] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب التفسير: تفسير سورة الزخرف (٤٨١٩)]

[2] [سورة فاطر: آيت ٣٦] [3] [سورة الاعلى: آيت ١١-١٣]

يَشْعُرُوْنَ﴾ ① یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح مکر کیا کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ مشرکین حق کو ٹالنے کے لئے طرح طرح کی حیلہ سازی کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں دھوکے میں ہی رکھا اور ان کا وبال جب تک ان کے سروں پر نہ آ گیا اور ان کی آنکھیں نہ کھلیں' اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ کیا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں سن نہیں رہے؟ ان کا گمان بالکل غلط ہے' ہم تو ان کی سرشت تک سے واقف ہیں۔ بلکہ ہمارے مقرر کردہ فرشتے بھی ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں جو نہ صرف دیکھ ہی رہے ہیں بلکہ لکھ بھی رہے ہیں۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ
الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ
السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ
اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ
سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

کہہ دے کہ اگر بالفرض رحمان کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت گزار ہوتا ○ آسمان وزمین اور عرش کا رب جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں اس سے بہت پاک ہے ○ اب تو انہیں اسی بحث ومباحثہ اور کھیل کود میں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑ جائے جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں ○ وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے' اور وہی بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے ○ اور وہ بہت برکتوں والا ہے جس کے پاس آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ہے' قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے' اور اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے ○ جنہیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے ہاں مستحق شفاعت وہ ہیں جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو ○ اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں ○ اور پیغمبر کا اکثر یہ کہنا کہ اے میرے رب یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ○ پس تو ان سے منہ پھیر لے اور رخصتانہ سلام کہہ دے' انہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا ○

مشرکین کو سمجھانے کا ایک انداز: اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر بالفرض اللہ کی اولاد ہو تو مجھے سر جھکانے

① [سورۃ النمل : آیت ۵۰]

میں کیا تامل ہے؟ نہ میں اس کے فرمان سے سرتابی کروں نہ اس کے حکم کو ٹالوں' اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے میں اسے مانتا اور اس کا اقرار کرتا۔ لیکن اللہ کی ذات ایسی نہیں۔ جس کا کوئی ہمسر اور جس کا کوئی کفو ہو۔ یاد رہے کہ بطور شرط کے جو کلام وارد کیا جائے اس کا وقوع ضروری نہیں بلکہ امکان بھی ضروری نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ [1] یعنی اگر اللہ تعالیٰ جل وعلا اولاد کی خواہش کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ اس سے پاک ہے اس کی شان وواحدانیت اس کے خلاف ہے اس کا تنہا غلبہ اور قہاریت اس کی صریح منافی ہے۔ بعض مفسرین نے ﴿عَابِدِيْنَ﴾ کے معنی انکاری کے بھی کئے ہیں جیسے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ﴿عَابِدِيْنَ﴾ سے مراد یہاں ﴿اَوَّلُ الْجَاحِدِيْنَ﴾ ہے یعنی پہلا انکار کرنے والا اور یہ ﴿عَبِدَ يَعْبَدُ﴾ کے باب میں سے ہے اور جو عبادت کے معنی میں ہوتا ہے۔ وہ ﴿عَبَدَ يَعْبُدُ﴾ سے ہوتا ہے۔ اسی کی شہادت میں یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک عورت کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ [2] یعنی حمل کی اور دودھ کی چھٹائی کی مدت ڈھائی سال کی ہے۔ اور جگہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾ [3] دو سال کے اندر اندر دودھ چھڑانے کی مدت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کا انکار نہ کر سکے اور فوراً آدمی بھیجا کہ اس عورت کو واپس کرو یہاں بھی لفظ ﴿عَبِدَ﴾ ہے یعنی انکار نہ کر سکے۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں ﴿عَبِدَ﴾ کے معنی نہ ماننا' انکار کرنا ہے۔ شاعر کے شعر میں بھی ﴿عَبِدَ﴾ انکار کے اور نہ ماننے کے معنی میں ہے۔ لیکن اس قول میں نظر ہے اس لئے کہ شرط کے جواب میں یہ کچھ ٹھیک طور پر لگتا نہیں' اسے ماننے کے بعد مطلب یہ ہوگا کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہے تو میں پہلا منکر ہوں۔ اور اس میں کلام کی خوبصورتی قائم نہیں رہتی۔ ہاں صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اِنْ شرط کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ نفی کیلئے ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول بھی ہے۔ تو اب مضمون کلام یہ ہوگا کہ چونکہ رحمان کی اولاد نہیں پس میں اس کا پہلا گواہ ہوں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کلام عرب کے محاورے کے مطابق ہے یعنی نہ رحمٰن کی اولاد نہ میں اس کا قائل وعابد۔ ابوصخر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تو پہلے ہی اس کا عابد ہوں کہ اس کی اولاد ہے ہی نہیں۔ اور اس میں اس کی توحید کو ماننے میں بھی آگے آگے ہوں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اس کا پہلا عبادت گزار ہوں اور موحد ہوں اور تمہاری تکذیب کرنے والا ہوں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں پہلا انکاری ہوں یہ دونوں لغت میں ﴿عَابِدٌ﴾ اور ﴿عَبِدَ﴾ اور اوّل ہی زیادہ قریب ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ شرط وجزا ہے لیکن یہ ممتنع اور محال، محض ناممکن۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس کی اولاد ہوتی تو میں اسے پہلے مان لیتا کہ اس کی اولاد ہے لیکن وہ اس سے پاک ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور جو لوگ اِنْ کو نافیہ بتلاتے ہیں ان کے قول کی تردید کرتے ہیں' اسی لئے باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ آسمان و

---

[1] [الزمر : ٤] [2] [الاحقاف : ١٥] [3] [لقمان : ١٤]

زمین اور تمام چیزوں کا خالق اس سے پاک بہت دور اور بالکل منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو' وہ فرد احد صمد ہے اس کی نظیر کفو اولاد کوئی نہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ! انہیں اپنی جہالت میں غوطے کھاتے چھوڑ و اور دنیا کے کھیل تماشوں میں مشغول رہنے دو' اسی غفلت میں ان پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اس وقت اپنا انجام معلوم کر لیں گے' پھر ذات حق کی بزرگی اور عظمت اور جلال کا مزید بیان ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اس کی عابد ہے اس کے سامنے پست اور عاجز ہے۔ وہ خبیر و علیم ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ وہی ہے۔ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو اور تمہارے ہر ہر عمل کو جانتا ہے' [1] وہ سب کا خالق و مالک سب کو بسانے اور بنانے والا سب پر حکومت اور سلطنت رکھنے والا بڑی برکتوں والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے کل نقصانات سے پاک ہے' وہ سب کا مالک ہے' بلندیوں اور عظمتوں والا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی بدل سکے' ہر ایک پر قابض وہی ہے ہر ایک کام اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔ قیامت آنے کے وقت کو وہی جانتا ہے۔ اس کے سوا کسی کو اس کے آنے کا ٹھیک وقت معلوم نہیں۔ ساری مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی۔ وہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دے گا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کے معبودان باطل جنہیں یہ اپنا سفارشی خیال کئے بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بھی سفارش کے لئے آگے بڑھ نہیں سکتا کسی کی شفاعت ان کے کام نہ آئے گی۔ اس کے بعد استثنا منقطع ہے یعنی لیکن جو شخص حق کا اقراری اور شاہد ہوا اور وہ خود بھی بصیرت و بصارت پر یعنی علم و معرفت والا ہو اسے اللہ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت کار آمد ہوگی' ان سے اگر تو پوچھے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو یہ اقرار کریں گے کہ اللہ ہی ہے' افسوس کہ خالق اسی ایک کو مان کر پھر عبادت دوسروں کی بھی کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے قدرت ہیں' اور کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ جب پیدا اسی ایک نے کیا تو ہم دوسروں کی عبادت کیوں کریں؟ جہالت و خباثت کند ذہنی اور بے وقوفی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات مرتے دم تک سمجھ میں نہ آئی۔ بلکہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھا۔ اسی لئے تعجب سے ارشاد ہوا کہ اتنا مانتے ہوئے پھر کیوں اندھے ہو جاتے ہو؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنا یہ کہنا کہا یعنی اپنے رب کی طرف شکایت کی۔ اور اپنی قوم کی تکذیب کا بیان کیا کہ یہ ایمان قبول نہیں کرتے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ [2] یعنی رسول ﷺ کی یہ شکایت اللہ کے سامنے ہوگی کہ میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ هٰٓؤُلَآءِ﴾ الخ' ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کا قول نقل فرما رہا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمہارے نبی ﷺ کا قول ہے اپنے رب کے سامنے اپنی قوم کی شکایت

---

[1] [سورة الانعام : آیت ٣]   [2] [سورة الفرقان : آیت ٣٠]

پیش کرتے ہیں۔ ابن جریر نے ﴿قِيلِهِ﴾ کی دوسری قراءت لام کے زبر کے ساتھ بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک توجیہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ﴿نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ﴾ پر معطوف ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں فعل مقدر مانا جائے یعنی ﴿قَالَ﴾ کو مقدر مانا جائے۔ دوسری قراءت یعنی لام کے زیر کیساتھ جب ہو تو یہ عطف ہوگا ﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ پر تو تقدیر یوں ہوگی کہ قیامت کا علم اور اس قول کا علم اس کے پاس ہے، ختم سورہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکین سے منہ موڑ لے۔ اور ان کی بدزبانی کا بدکلامی سے جواب نہ دو بلکہ ان کے دل پر چانے کی خاطر قول میں اور فعل میں دونوں میں نرمی برتو۔ کہہ دو کہ سلام ہے۔ انہیں ابھی حقیقی حال معلوم ہو جائے گا۔ اس میں رب قدوس کی طرف سے مشرکین کو بڑی دھمکی ہے۔ اور یہی ہو کر بھی رہا کہ ان پر عذاب آیا جو ان سے ٹل نہ سکا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے دین کو بلند و بالا کیا اپنے کلمہ کو چاروں طرف پھیلا دیا اپنے موحد مومن اور مسلم بندوں کو قوی کر دیا اور پھر انہیں جہاد کے اور جلاوطن کرنے کے احکام دے کر اس طرح دنیا میں غالب کر دیا کہ اللہ کے دین میں بے شمار آدمی داخل ہوئے اور مشرق و مغرب میں اسلام پھیل گیا فالحمدللہ۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ زخرف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الدخان

ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص رات کو سورۂ حٰمٓ دخان پڑھے اس کیلئے صبح تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ [1] یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عمرو بن ابی خثعم ضعیف ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ترمذی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے اس سورۂ کو جمعہ کی رات پڑھا اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ [2] یہ حدیث بھی غریب ہے۔ اور اس کے ایک راوی ابوالمقدام ہشام ضعیف ہیں۔ اور دوسرے راوی حضرت حسن کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت نہیں۔ مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کے سامنے اپنے دل میں سورۂ دخان کو پوشیدہ کر کے اس سے پوچھا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا دخ۔ آپ نے فرمایا بس پرے ہٹ جا نامراد رہ گیا۔ جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے، پھر آپ ﷺ لوٹ گئے۔ [3]

---

[1] [موضوع : ترمذی : كتاب ثواب القرآن : باب ما جاء فی فضل حمٓ الدخان (۲۸۸۸)] امام ابن جوزیؒ، امام سیوطیؒ، حافظ عراقیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے موضوع و من گھڑت کہا ہے۔ [الموضوعات لابن الجوزی (۲٤۸/۱) اللآلی المصنوعة (۲۱٤/۱) المغنی عن حمل الاسفار (۳۲۱/۱) ضعیف الجامع الصغير (٥٧٦٦) ضعيف الترغيب (٥٧٨)]

[2] [ضعيف جدا : ترمذی : كتاب ثواب القرآن : باب ما جاء فی فضل حم الدخان (۲۸۹۱)] امام شوکانیؒ، امام سیوطیؒ اور شیخ البانیؒ اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ [الفوائد المجموعة (ص : ۳۰۲) اللآلی المصنوعة (۲۱٥/۱) السلسلة الضعيفة (٤٦٣٢) المشكاة للألبانی (۲۱٥۰)]

[3] [ضعيف : مسند بزار (۳۳۹۹) طبرانی كبير (٤٦٦٦) طبرانی اوسط (۳۸۷٥)] اس کی سند میں زیاد بن حسن راوی ضعیف ہے۔ امام ابو حاتمؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ (1) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ (2) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ (3)
فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ (4) اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ (5)
رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ (6) رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (7) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ
اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (8)

وقف لازم

اللہ تعالیٰ مہربان وکرم فرما کے نام سے شروع

قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی ○ یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ہوشیار کر دینے والے ہیں ○ اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے ○ ہمارے پاس سے حکم ہو کر ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے۔ تیرے رب کی مہربانی سے وہ ہے بہت بڑا سننے والا جاننے والا ○ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو ○ کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا ○

نزولِ قرآن بابرکت رات میں: اللہ تبارک وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس عظیم الشان قرآن کریم کو بابرکت رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [1] ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ اور یہ رات رمضان المبارک میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [2] رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ سورۂ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔ اس لئے یہاں دوبارہ نہیں لکھتے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لیلہء مبارکہ جس میں قرآن نازل ہوا وہ شعبان کی پندرہویں رات ہے یہ قول سراسر بے دلیل ہے۔ اس لئے کہ نص قرآن سے قرآن کا رمضان میں نازل ہونا ثابت ہے۔ اور جس حدیث میں مروی ہے کہ شعبان میں اگلے شعبان تک کے تمام کام مقرر کر دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نکاح کا اور اولاد کا اور میت کا ہونا بھی وہ حدیث مرسل ہے [3] اور ایسی احادیث سے نص قرآنی کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا' ہم لوگوں کو آگاہ کر دینے والے ہیں یعنی انہیں خیر و شر' نیکی و بدی معلوم کرا دینے والے ہیں تاکہ مخلوق پر حجت ثابت ہو جائے اور لوگ علم شرعی حاصل کر لیں' اسی شب ہر محکم کام طے کیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ سے کاتب فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ تمام سال کے کل اہم کام عمر' روزی وغیرہ سب طے کر لی جاتی ہے۔ حکیم کے معنی محکم اور مضبوط کے ہیں جو بدلے نہیں' وہ سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے' ہم رسل کو

---

[1] [سورہ القدر : آیت ۱] [2] [سورہ البقرہ : آیت ۱۸۵]

[3] [**مرسل وضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۲۲)]

ارسال کرنے والے ہیں تاکہ وہ اللہ کی آیتیں اللہ کے بندوں کو پڑھ سنائیں جس کی انہیں سخت ضرورت اور پوری حاجت ہے' یہ تیرے رب کی رحمت ہے' اس رحمت کا کرنے والا' قرآن کو اتارنے والا اور رسولوں کو بھیجنے والا وہ اللہ ہے جو آسمان وزمین اور کل چیز کا مالک ہے۔ اور سب کا خالق ہے۔ تم اگر یقین کرنے والے ہو تو اس کے باور کرنے کے کافی وجوہ موجود ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ معبود برحق بھی صرف وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر ایک کی موت وزیست اسی کے ہاتھ میں ہے تمہارا اور تم سے اگلوں کا سب کا پالنے پوسنے والا وہی ہے۔ اس آیت کا مضمون اس آیت جیسا ہے۔ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [1] الخ' یعنی تو اعلان کردے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ جس کی بادشاہت ہے آسمان وزمین کی۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو جلاتا اور مارتا ہے۔ الخ'

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾
يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾
اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا
مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وقف لازم / وقف لازم
يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں پڑے ہیں ○ تو اس دن کا منتظر رہ جبکہ آسمان ظاہر دھواں لائے ○ جو لوگوں کو گھیر لے یہ ہے دکھ کی مار ○ کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ آفت ہم سے دور کر ہم ایمان قبول کرتے ہیں ○ ان کیلئے نصیحت کہاں ہے؟ کھول کھول کر بیان کرنے والے پیغمبران کے پاس آ چکے ○ پھر بھی انہوں نے ان سے منہ موڑا اور کہہ دیا کہ سکھایا پڑھایا ہوا باؤلا ہے ○ ہم عذاب کو کچھ دنوں دور کریں گے تو تم پھر اپنی اسی حالت پر آ جاؤ گے ○ جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے بالیقین ہم بدلہ لینے والے ہیں ○

آسمان پر سخت دھواں آئے گا: فرماتا ہے کہ حق آ چکا اور یہ شک وشبہ میں اور لہو ولعب میں مشغول ومصروف ہیں۔ انہیں اس دن سے آگاہ کر دے جس دن آسمان سے سخت دھواں آئے گا۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ کوفے کی مسجد میں گئے جو کندہ کے دروازوں کے پاس ہے تو دیکھا کہ ایک حضرت اپنے ساتھیوں میں قصہ گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دھوئیں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں بھر جائے گا اور مومنوں کو مثل زکام کے ہو جائے گا۔ ہم وہاں سے جب واپس لوٹے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ لیٹے لیٹے بے تابی کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا اور میں تکلیف کرنے والوں میں نہیں

---

[1] [سورۃ الاعراف : آیت ۱۵۸]

ہوں۔ یہ بھی علم ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو کہہ دے کہ اللہ جانے۔ سنو! میں تمہیں اس آیت کا صحیح مطلب سناؤں جب کہ قریشیوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور حضور ﷺ کو ستانے لگے تو آپ نے ان پر بددعا کی کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا قحط ان پر آ پڑے۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور ایسی خشک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور مردار چبانا شروع کیا۔ اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھوئیں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ بوجہ بھوک کے ان کی آنکھوں میں چکر آنے لگے۔ جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو درمیان میں ایک دھواں نظر آتا۔ اسی کا بیان ان دو آیتوں میں ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ہلاکت کی شکایت کی۔ آپ کو رحم آ گیا اور آپ نے جناب باری میں التجاء کی چنانچہ بارش برسی اسی کا بیان اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ عذاب ہٹتے ہی پھر کفر کرنے لگیں گے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے کیونکہ آخرت کے عذاب تو ہٹتے کھلتے اور دور ہوتے نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکیں۔ دخان، روم، قمر، بطشہ اور لزام (صحیحین) [2] یعنی آسمان سے دھوئیں کا آنا۔ رومیوں کا اپنی شکست کے بعد غلبہ پانا۔ چاند کا دو ٹکرے ہونا۔ بدر کی لڑائی میں کفار کا پکڑا جانا اور ہارنا۔ اور چمٹ جانے والا عذاب۔ بڑی سخت پکڑ سے مراد بدر کے دن کی لڑائی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو مراد دھوئیں سے لیتے ہیں یہی قول مجاہد، ابوالعالیہ، ابراہیم نخعی، ضحاک، عطیہ عوفی رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ بھی ترجیح دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن اعرج رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن ہوا۔ یہ قول بالکل غریب بلکہ منکر ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں یہ گزر نہیں گیا بلکہ قریب قیامت کے آئے گا۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب قیامت کا ذکر کر رہے تھے اور حضور ﷺ آ گئے تو آپ نے فرمایا جب تک دس نشانات تم نہ دیکھ لو قیامت نہیں آئے گی۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دھواں، جانور، یاجوج ماجوج کا آنا، حضرت عیسیٰ کا آنا، دجال کا آنا، مشرق و مغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسایا جانا، آگ کا عدن سے نکل کر لوگوں کو ہانک کر ایک جا کرنا۔ جہاں یہ رات گزاریں گے آگ بھی گزارے گی اور جہاں یہ دوپہر کو سوئیں گے آگ بھی قیلولہ کرے گی۔ (مسلم) [3] بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کے لئے دل میں ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ چھپا کر اس سے پوچھا کہ بتا میں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا دخ آپ نے فرمایا بس برباد ہو اس سے آگے تیری نہیں چلنے کی۔ [4] اس میں بھی ایک قسم کا اشارہ ہے کہ ابھی اس کا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۰۴۳)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ الدخان (۲۷۹۸) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب الدخان (۲۷۹۸) ترمذی (۳۲۵۱) مسند احمد (۱/۲۳٦)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ (۲۹۰۱) مسند احمد (۴/٦-۷)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ (۱۳۵۴) صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر ابن صیاد (۲۹۳۱)]

انتظار باقی ہے اور یہ کوئی آنے والی چیز ہے چونکہ ابن صیاد بطور کاہنوں کے بعض باتیں دل کی زبان سے بتانے کا مدعی تھا اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کیلئے آپ نے یہ کیا اور جب وہ پورا نہ بتا سکا تو آپ نے لوگوں کو اس کی حالت سے واقف کر دیا کہ اس کے ساتھ شیطان ہے کلام صرف چرا لیتا ہے اور یہ اس سے زیادہ پر قدرت نہیں پانے کا۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں۔ دجال کا آنا اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا۔ اور آگ کا بیچ عدن سے نکلنا جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی قیلولہ کے وقت اور رات کی نیند کے وقت بھی ان کے ساتھ رہے گی۔ اور دھوئیں کا آنا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور دھواں کیسا؟ آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا چالیس دن تک گھٹا رہے گا جس سے مسلمان کو تو مثل نزلے کے ہو جائے گا اور کافر بے ہوش بدمست ہو جائے گا۔ اس کے نتھنوں سے، کانوں سے اور دوسری جگہ سے دھواں نکلتا رہے گا۔ (1) یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو پھر دخان کے معنی مقرر ہو جانے میں کوئی بات باقی نہ رہتی۔ لیکن اس کی صحت کی گواہی نہیں دی جا سکتی۔ اس کے راوی رواد سے محمد بن خلف عسقلانی نے سوال کیا کہ کیا سفیان ثوری رحمہ اللہ سے تو نے خود حدیث سنی ہے؟ اس نے انکار کیا پوچھا کیا تو نے پڑھی اور اس نے سنی ہے؟ کہا نہیں۔ پوچھا اچھا تمہاری موجودگی میں اس کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی؟ کہا نہیں۔ کہا پھر تم اس حدیث کو کیسے بیان کرتے ہو؟۔ کہا میں نے تو بیان نہیں کی میرے پاس کچھ لوگ آئے اس روایت کو پیش کیا پھر جا کر میرے نام سے اسے بیان کرنی شروع کر دی۔ بات بھی یہی ہے یہ حدیث بالکل موضوع ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ اسے کئی جگہ لائے ہیں اور اس میں بہت سی منکرات ہیں خصوصاً مسجد اقصیٰ کے بیان میں جو سورۂ بنی اسرائیل کے شروع میں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور حدیث میں ہے کہ تمہارے رب نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے، دھواں جو مومن کو زکام کر دے گا اور کافر کا تو سارا جسم پھلا دے گا۔ روئیں روئیں سے دھواں اٹھے گا، دابۃ الارض اور دجال۔ (2) اس کی سند بہت عمدہ ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں دھواں پھیل جائے گا۔ مومن کو تو مثل زکام کے لگے گا اور کافر کے جوڑ جوڑ سے نکلے گا۔ یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت حسن رحمہ اللہ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دخان گزر نہیں گیا بلکہ اب آئے گا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دھوئیں کی بابت اوپر کی حدیث کی طرح روایت ہے۔ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ تو آپ فرمانے لگے رات کو میں بالکل نہیں سویا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ لوگوں سے سنا کہ دم دار ستارہ نکلا ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہی دخان نہ ہو۔ پس صبح تک میں نے آنکھ سے آنکھ نہیں ملائی۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین بھی ہیں اور مرفوع حدیثیں بھی ہیں۔ جن میں صحیح

---

(1) [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۲۸)] اس کی سند میں رواد ضعیف ہے۔]

(2) [**حسن بالشواھد**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۲۷)]

حسن اور ہر طرح کی ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دخان ایک علامت قیامت ہے جو آنے والی ہے' ظاہر الفاظ قرآن بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن نے اسے واضح اور ظاہر دھواں کہا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے۔ اور بھوک کے دھوئیں سے اسے تعبیر کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ تو ایک خیالی چیز ہے بھوک پیاس کی سختی کی وجہ سے دھواں سا آنکھوں کے آگے نمودار ہو جاتا ہے جو در اصل دھواں نہیں۔ اور قرآن کے الفاظ ہیں ﴿دُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ کے۔ پھر یہ فرمان کہ وہ لوگوں کو ڈھانک لے گی یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کی تائید کرتا ہے کیونکہ بھوک کے اس دھوئیں نے صرف اہل مکہ کو ڈھانپا تھا نہ کہ تمام لوگوں کو۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ ہے المناک عذاب' یعنی ان سے یوں کہا جائے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ (1) الخ، جس دن انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا کہ یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلا رہے تھے۔ یا یہ مطلب کہ وہ خود ایک دوسرے سے یوں کہیں گے۔ کافر جب اس عذاب کو دیکھیں گے تو اللہ سے اس کے دور ہونے کی دعا کریں گے جیسے کہ اس آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ (2) الخ، کاش کہ تو انہیں دیکھتا جب یہ آگ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کاش کہ ہم لوٹائے جاتے تو ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور باایمان بن کر رہتے۔ اور آیت میں ہے کہ لوگوں کو ڈراوے کے ساتھ آگاہ کر دے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا۔ اس دن گنہگار کہیں گے پروردگار ہمیں تھوڑے سے وقت تک اور ڈھیل دے دے تو ہم تیری پکار پر لبیک کہہ لیں اور تیرے رسولوں کی فرمانبرداری کر لیں' (3) پس یہاں یہی کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے نصیحت کہاں؟ (4) ان کے پاس میرے پیغمبر آ چکے انہوں نے ان کے سامنے میرے احکام واضح طور پر رکھ دیئے لیکن ماننا تو کجا انہوں نے پرواہ تک نہ کی بلکہ انہیں جھوٹا کہا' ان کی تعلیم کو غلط کہا اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو سکھائے پڑھائے ہیں' انہیں جنون ہو گیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا لیکن اب اس کیلئے نصیحت کہاں ہے؟ اور جگہ فرمایا ہے ﴿وَقَالُوْا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ (5) الخ، یعنی اس دن عذابوں کو دیکھ کر ایمان لانا سراسر بے سود ہے' پھر جو ارشاد ہوتا ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اگر بالفرض ہم عذاب ہٹا لیں اور تمہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیں تو بھی تم وہاں جا کر یہی کرو گے جو اس سے پہلے کر کے آئے ہو جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ﴾ (6) الخ، یعنی اگر ہم ان پر رحم کریں اور برائی ان سے ہٹا لیں تو پھر یہ اپنی سرکشی میں آنکھیں بند کر کے منہمک ہو جائیں گے۔

اور جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ (7) الخ، یعنی اگر یہ لوٹائے جائیں تو قطعاً دوبارہ پھر ہماری نافرمانیاں کرنے لگیں گے اور محض جھوٹے ثابت ہوں گے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر عذاب کے اسباب ہو چکنے اور عذاب آ جانے کے بعد بھی گو ہم اسے تھوڑی دیر ٹھہرا لیں تاہم یہ اپنی بدباطنی اور خباثت سے باز نہیں آنے کے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب انہیں پہنچا اور ہٹ گیا۔ جیسے قوم یونس علیہ السلام کی اللہ تبارک

---

(1) [الطور: ١٣-١٤] (2) [الانعام: ٢٧] (3) [ابراهيم: ٤٤] (4) [الفجر: ٢٣]
(5) [سبا: ٥٢] (6) [المومنون: ٧٥] (7) [الانعام: ٢٨]

وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ قوم یونس علیہ السلام جب ایمان لائی ہم نے ان سے عذاب ہٹالیا۔ ① گویا انہیں ہونا شروع نہیں ہوا تھا ہاں اس کے اسباب موجود وفراہم ہو چکے تھے ان تک اللہ کا عذاب پہنچ چکا تھا۔ اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے کفر سے ہٹ گئے تھے پھر اس کی طرف لوٹ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں سے جب قوم نے کہا کہ یا تو تم بستی چھوڑ دو یا ہمارے مذہب میں لوٹ آ ؤ تو جواب میں اللہ کے رسول نے فرمایا گو ہم اسے برا جانتے ہوں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے رکھی ہے پھر بھی اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں تو ہم سے بڑھ کر جھوٹا اور اللہ کے ذمے بہتان باندھنے والا اور کون ہوگا؟ ظاہر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس سے پہلے بھی کبھی کفر میں قدم نہیں رکھا تھا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم لوٹنے والے ہو۔ اس سے مطلب اللہ کے عذاب کی طرف لوٹنا ہے‘ ② بڑی اور سخت پکڑ سے مراد جنگ بدر ہے‘ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ کی وہ جماعت جو دخان کو ہو چکا ہوا مانتی ہے وہ تو بطشہ کے معنی یہی کرتی ہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے‘ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے اور ایک جماعت سے یہی منقول ہے گو یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی پکڑ ہے۔ گو بدر کا دن بھی پکڑ کا اور کفار پر سخت دن تھا۔ ابن جریر میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسے بدر کا دن بتاتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس سے مراد قیامت کا دن ہے اس کی سند صحیح ہے‘ حضرت حسن بصری اور عکرمہ رحمہما اللہ سے بھی دونوں روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ
عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْٓ
اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾
وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ
مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ
جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ
كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا
اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۱۴
وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۲﴾
وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ ﴿۳۳﴾

---

① [سورۃ یونس: آیت ۹۸] ② [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۲۹)]

یقیناً ان سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی آزما چکے ہیں جن کے پاس اللہ کا ذی عزت رسول آیا ○ کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو یقین مانو کہ میں تمہارا با امانت پیغمبر ہوں ○ تم اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی سند لانے والا ہوں ○ اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو ○ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہی رہو ○ پھر اپنے رب سے دعا کی کہ یہ سب گنہگار لوگ ہیں ○ ہم نے کہہ دیا کہ راتوں رات تو میرے بندوں کو لے نکل یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا ○ تو دریا کو ساکن چھوڑ چلا جا' بلاشبہ یہ لشکر غرق کیا جائے گا ○ وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے ○ اور کھیتیاں اور بہترین مکانات ○ اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے ○ اسی طرح ہو گیا اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا ○ سو ان پر نہ تو آسمان و زمین روئے اور نہ انہیں مہلت ملی ○ بے شک ہم نے ہی بنی اسرائیل کو سخت ذلیل سزا سے نجات دی ○ جو فرعون کی طرف سے ہو رہی تھی' فی الواقع وہ سرکش اور حد سے گزر جانے والوں میں تھا ○ اور ہم نے دانستہ طور پر بنی اسرائیل کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی ○ اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی ○

آل فرعون کی ہلاکت: ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین سے پہلے مصر کے قبطیوں کو ہم نے جانچا ان کی طرف اپنے بزرگ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا' انہوں نے میرا پیغام پہنچایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دو اور انہیں دکھ نہ دو۔ میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزات اپنے ساتھ لایا ہوں اور ہدایت کے ماننے والے سلامتی سے رہیں گے' [1] مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے میں تمہیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں تمہیں رب کی باتوں کے ماننے سے سرکشی نہ کرنی چاہیے اس کے بیان کردہ دلائل و احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ اس کی عبادتوں سے جی چرانے والے ذلیل و خوار ہو کر جہنم واصل ہوتے ہیں۔ میں تو تمہارے سامنے کھلی دلیل اور واضح آیت رکھتا ہوں' میں تمہاری بدگوئی اور اتہام سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو صالح رحمہ اللہ تو یہی کہتے ہیں' اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد پتھراؤ کرنا پتھروں سے مار ڈالنا ہے' یعنی زبانی ایذا سے اور دستی ایذا سے میں اپنے رب کی جو تمہارا بھی مالک ہے پناہ چاہتا ہوں' اچھا اگر تم میری نہیں مانتے مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میری تکلیف دہی اور ایذا رسانی سے تو باز رہو۔ اور اس وقت کے منتظر رہو جب کہ خود اللہ ہم میں تم میں فیصلہ کر دے گا پھر جب اللہ کے نبی حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی مدت ان میں گزاری خوب دل کھول کھول کر تبلیغ کر لی ہر طرح کی خیر خواہی کی۔ ان کی ہدایت کیلئے ہر چند جتن کر لئے اور دیکھا کہ وہ روز بروز اپنے کفر میں بڑھتے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے بددعا کی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے امراء کو دنیوی نمائش اور مال و متاع دے رکھا ہے اے اللہ! یہ اس سے دوسروں کو بھی تیری راہ سے بھٹکا رہے ہیں تو ان کا مال غارت کر اور ان کے دل اور سخت کر دے تاکہ دردناک عذابوں کے معائنہ تک انہیں ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ اور اے ہارون علیہما السلام! میں نے تمہاری دعا قبول کر لی اب تم استقامت پر تل جاؤ' [2] یہاں فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون اور فرعونیوں کی بے خبری میں یہاں سے لے کر چلے

---

[1] [سورۃ طٰہٰ : آیت ٤٧]
[2] [سورۃ یونس : آیت ٨٨-٨٩]

جاؤ۔ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن تم بے خوف وخطر چلے جاؤ میں تمہارے لئے دریا کو خشک کر دوں گا' اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونی لشکر مع فرعون کے ان کے پکڑنے کو چلا بیچ میں دریا حائل ہوا آپ بنی اسرائیل کو لے کر اس میں اتر گئے دریا کا پانی سوکھ گیا اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر لکڑی مار کر اسے کہہ دیں کہ اب تو اپنی روانی پر آ جا' تا کہ فرعون اس سے گزر نہ سکے۔ وہیں اللہ نے وحی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بتا دی کہ یہ سب اسی میں ڈوب مریں گے۔ پھر تو تم سب بالکل مطمئن اور بے خوف ہو جاؤ گے' غرض حکم ہوا تھا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چل دیں رَھْوًا کے معنی سوکھا راستہ جو اصلی حالت میں ہو۔ مقصد یہ ہے کہ پار ہو کر دریا کو روانی کا حکم نہ دینا یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں نہ آ جائے۔ اب اسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو غرق کر دے گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہوئے۔ باغات' کھیتیاں' نہریں' مکانات اور بیٹھکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مصر کا دریائے نیل مشرق ومغرب کے دریاؤں کا سردار ہے اور سب نہریں اس کے ماتحت ہیں جب اس کی روانی اللہ کو منظور ہوتی ہے تو تمام نہروں کو اس میں پانی پہنچانے کا حکم ہوتا ہے جہاں تک رب کو منظور ہو اس میں پانی آ جاتا ہے' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اور نہروں کو روک دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اب اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ۔ اور فرعونیوں کے یہ باغات دریائے نیل کے دونوں کناروں پر مسلسل چلے گئے تھے اسوان سے لے کر رشید تک اس کا سلسلہ تھا اور اس کی نو (۹) خلیجیں تھیں۔ خلیج اسکندریہ' خلیج دمیاط' خلیج سردوس' خلیج منف' خلیج فیوم' خلیج منہی اور ان سب میں اتصال تھا ایک دوسرے سے متصل تھیں۔ اور پہاڑوں کے دامن میں ان کی کھیتیاں تھیں جو مصر سے لے کر دریا تک برابر چلی آتی تھیں۔ ان تمام کو بھی دریا سیراب کرتا تھا۔ بڑے امن چین کی زندگی گزار رہے تھے لیکن مغرور ہو گئے اور آخر ساری نعمتیں یونہی چھوڑ کر تباہ کر دیئے گئے۔ مال اولاد' جاہ ومال' سلطنت وعزت ایک ہی رات میں چھوڑ گئے اور بھس کی طرح اڑا دیئے گئے اور گزشتہ کل کی طرح بے نشان کر دیئے گئے ایسے ڈبوئے گئے کہ ابھر نہ سکے۔ جہنم واصل ہو گئے اور بدترین جگہ پہنچ گئے' ان کی یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دیں۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کمزوروں کو ان کے صبر کے بدلے اس سرکش قوم کی کل نعمتیں عطا فرما دیں اور بے ایمانوں کا بھرکس نکال ڈالا۔ یہاں بھی دوسری قوم جسے وارث بنایا اس سے مراد بھی بنی اسرائیل ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر زمین وآسمان نہ روئے۔ کیونکہ ان پاپیوں کے نیک اعمال تھے ہی نہیں جو آسمانوں پر چڑھتے ہوں اور اب ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے وہ افسوس کریں۔ نہ زمین میں ان کی ایسی جگہیں تھیں جہاں بیٹھ کر یہ اللہ کی عبادت کرتے ہوں اور آج انہیں نہ پا کر زمین کی وہ جگہ ان کا ماتم کرے' انہیں مہلت نہ دی گئی۔ مسند ابو یعلی موصلی میں ہے ہر بندے کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے اس کی روزی اترتی ہے دوسرے سے اس کے اعمال اور اس کے کلام چڑھتے ہیں۔ جب یہ مر جاتا ہے اور وہ عمل ورزق کو گمشدہ پاتے ہیں تو روتے ہیں پھر

اسی آیت کی حضور ﷺ نے تلاوت کی۔ (1) ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر غربت پر آ جائے گا۔ یاد رکھو مومن کہیں انجان مسافر کی طرح نہیں مومن جہاں کہیں سفر میں مرتا ہے جہاں اس کا کوئی رونے والا نہ ہو وہاں بھی اس کے رونے والے آسمان وزمین موجود ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ دونوں کفار پر روتے نہیں۔ (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آسمان وزمین کسی پر روئے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا آج تو نے وہ بات دریافت کی ہے کہ تجھ سے پہلے مجھ سے اس کا سوال کسی نے نہیں کیا۔ سنو! ہر بندے کے لئے زمین میں ایک نماز کی جگہ ہوتی ہے اور ایک جگہ آسمان میں اس کے عمل کے چڑھنے کی ہوتی ہے اور آل فرعون کے نیک اعمال ہی نہ تھے۔ اس وجہ سے نہ زمین ان پر روئی اور نہ آسمان کو ان پر رونا آیا اور نہ انہیں ڈھیل دی گئی کہ کوئی نیکی بجالا سکیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال ہوا تو آپ نے بھی قریب قریب یہی جواب دیا۔ (3) بلکہ آپ سے مروی ہے کہ چالیس دن تک زمین مومن پر روتی رہتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے جب یہ بیان فرمایا تو کسی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس میں تعجب کی کونسی بات ہے جو بندہ زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا جس بندے کی تکبیر وتسبیح کی آواز آسمان برابر سنتا رہتا تھا بھلا یہ دونوں اس عابد اللہ پر روئیں گے نہیں؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرعونیوں جیسے ذلیل وخوار لوگوں پر یہ کیوں روتے؟

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا جب سے رچائی گئی ہے تب سے آسمان صرف دو شخصوں پر رویا ہے۔ ان کے شاگرد سے سوال ہوا کہ کیا آسمان وزمین ہر ایمان دار پر روتے نہیں؟ فرمایا صرف اتنا حصہ جس حصے سے اس کا نیک عمل چڑھتا تھا۔ سنو آسمان کا رونا اس کا سرخ ہونا اور مثل نرمی کے گلابی رنگ کا ہو جانا ہے سو یہ حال صرف دو شخصوں کی شہادت پر ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے موقعے پر تو آسمان سرخ ہو گیا اور خون برسانے لگا۔ اور دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر بھی آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا (ابن ابی حاتم) یزید ابن ابو زیاد کا قول ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے چار ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ اور یہی سرخی اس کا رونا ہے۔ حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے کناروں کا سرخ ہو جانا اس کا رونا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے دن پتھر کو الٹا جاتا تھا اس کے نیچے سے منجمند خون نکلتا تھا۔ اس دن سورج کو بھی گہن لگا ہوا تھا آسمان کے کنارے بھی سرخ تھے اور پتھر گرے ہوئے تھے لیکن یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں۔ اور شیعوں کے گڑھے ہوئے افسانے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نواسہ رسول ﷺ کی شہادت کا واقعہ نہایت درد انگیز اور حسرت وافسوس والا ہے' لیکن اس پر شیعوں نے جو حاشیہ چڑھایا ہے اور گھڑ گھڑا کر باتیں پھیلا دی ہیں' وہ محض جھوٹ اور بالکل گپ ہیں۔ خیال تو فرمائیے کہ اس سے بہت زیادہ اہم واقعات ہوئے اور قتل حسین رضی اللہ عنہ سے بہت بڑی وارداتیں ہوئیں لیکن ان کے ہونے پر بھی

---

(1) [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب سورہ حمٓ الدخان (٣٢٥٥) مسند ابو یعلی (٤١٣٣) مجمع الزوائد (١٠٤/٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ اور یزید رقاشی دو راوی ضعیف ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی انہی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔]

(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٨/١١)] (3) [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٧/١١)]

آسمان وزمین وغیرہ میں یہ انقلاب واقعہ نہ ہوا۔ آپ ہی کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی قتل کیے گئے جو بالا جماع آپ سے افضل تھے لیکن نہ پتھروں تلے سے خون نکلا نہ اور کچھ ہوا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا جاتا ہے اور نہایت بے دردی سے بلاوجہ ظلم وستم کے ساتھ انہیں قتل کیا جاتا ہے۔ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے نماز کی جگہ ہی قتل کیا جاتا ہے یہ وہ زبردست مصیبت تھی کہ اس سے پہلے مسلمان کبھی ایسی مصیبت نہیں پہنچائے گئے تھے۔ لیکن ان واقعات میں سے کسی واقعہ کے وقت ان میں سے ایک بھی بات نہیں ہوئی جو شیعوں نے مقتل حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت مشہور کر رکھی ہیں۔ ان سب کو بھی جانے دیجئے۔ تمام انسانوں کے دینی اور دنیوی سردار سید البشر رسول اللہ ﷺ کو لیجئے جس روز آپ رحلت فرماتے ہیں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا اور سنئے جس روز حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہ کا انتقام ہوتا ہے اتفاقاً اسی روز سورج کو گہن ہوتا ہے اور کوئی کہہ دیتا ہے کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ گہن کی نماز ادا کر کے فوراً خطبے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا۔ ①

اس کے بعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ ہم نے انہیں فرعون جیسے متکبر حدود شکن کے ذلیل عذابوں سے نجات دی۔ اس نے بنی اسرائیل کو پست وخوار کر رکھا تھا۔ ذلیل خدمتیں ان سے لیتا تھا اپنے نفس کو تو لتار ہتا تھا خودی اور خود بینی میں لگا ہوا تھا۔ بیوقوفی سے کسی چیز کی حد بندی کا خیال نہیں کرتا تھا اللہ کی زمین میں سرکشی کیے ہوئے تھا۔ اور ان بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی، پھر بنی اسرائیل پر ایک اور مہربانی کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس زمانے کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ تمام اگلوں پچھلوں پر انہیں بزرگی دی۔ یہ آیت بھی اس آیت کی طرح ہے جس میں فرمان ہے ﴿يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ ② اے موسیٰ! میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی یعنی اس زمانے کے لوگوں پر۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے فرمایا ﴿وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾ ③ اس سے بھی یہی مطلب ہے کہ اس زمانے کی تمام عورتوں پر آپ کو فضیلت ہے۔ اس لئے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے یقیناً افضل ہیں یا کم از کم برابر۔ اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی فضیلت شوربے میں بھگوئی روٹی کی اور کھانوں پر' ④ پھر بنی اسرائیل پر ایک اور احسان بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں وہ حجت وبرہان، دلیل ونشانات اور معجزات وکرامات عطا فرمائے جن میں ہدایت کی تلاش کرنے والوں کیلئے صاف صاف امتحان تھا۔

---

① [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الکسوف: باب الصلوۃ فی کسوف الشمس (١٠٤٣) صحیح مسلم: کتاب الکسوف: باب ذکر النداء بصلوۃ الکسوف الصلوۃ الجامعۃ (٩١٥) مسند احمد (٧٦/٦)]

② [سورۃ الاعراف: آیت ١٤٤] ③ [سورۃ آل عمران: آیت ٤٢]

④ [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ (٧٠۔ ٨٩) مسند احمد (١٥٦/٣)]

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾
فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ
وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

یہ لوگ تو یہی کہتے ہیں ○ کہ آخری چیز یہی ہمارا دنیا سے مرجانا ہے اور پھر ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے ○ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ ○ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے بھی پہلے تھے، ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا یقیناً وہ گنہگار تھے ○

قومِ تُبَّعٌ کا ذکر: یہاں مشرکین کا انکار قیامت اور اس کی دلیل بیان فرما کر اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتا ہے ان کا خیال تھا کہ قیامت آنی نہیں مرنے کے بعد جینا نہیں۔ حشر اور نشر سب غلط ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا مر گئے وہ کیوں دوبارہ جی کر نہیں آئے؟ خیال کیجئے یہ کس قدر بودی اور بے ہودہ دلیل ہے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا' مرنے کے بعد جینا قیامت کو ہوگا نہ کہ دنیا میں پھر لوٹ آئیں گے۔ اس دن یہ ظالم جہنم کا ایندھن بنیں گے اس وقت یہ امت اگلی امتوں پر گواہی دے گی اور ان پر ان کے نبی ﷺ گواہی دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ انہیں ڈرا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جو عذاب اسی جرم پر اگلی قوموں پر آئے وہ تم پر بھی آ جائیں اور ان کی طرح بے نام ونشان کر دیئے جاؤ۔ ان کے واقعات سورۂ سبا میں گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ بھی قحطان کے عرب تھے جیسے کہ یہ عدنان کے عرب ہیں۔

حمیر جو سبا کے تھے وہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے جیسے فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے ہر بادشاہ کو قیصر اور مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تبع یمن سے نکلا اور زمین میں پھرتا رہا سمرقند پہنچ گیا ہر جگہ کے بادشاہوں کو شکست دیتا رہا اور اپنا بڑا ملک کر لیا۔ زبردست لشکر اور بے شمار رعایا اس کے ماتحت تھی اس نے حیرہ نامی بستی بسائی یہ اپنے زمانے میں مدینے میں بھی آیا اور یہاں کے باشندوں سے بھی لڑا لیکن اسے لوگوں نے اس سے روکا خود اہل مدینہ کا بھی اس سے یہ سلوک رہا کہ دن کو تو لڑتے تھے اور رات کو ان کی مہمان داری کرتے تھے آخر اس کا بھی لحاظ آ گیا اور لڑائی بند کر دی۔ اس کے ساتھ یہاں کے دو یہودی عالم ہو گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچے دین کے عامل بھی تھے وہ اسے ہر وقت بھلائی برائی سمجھاتے رہتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ مدینے کو تاخت وتاراج نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آخر زمانے کے پیغمبر ﷺ کی ہجرت کی جگہ ہے۔ پس یہ یہاں سے لوٹ گیا اور ان دونوں عالموں کو اپنے ساتھ لیتا چلا جب یہ مکہ پہنچا تو اس نے بیت اللہ کو گرانا چاہا لیکن ان دونوں عالموں نے اسے روکا اور اس پاک گھر کی عظمت وحرمت اس کے سامنے بیان کی اور کہا کہ بانی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور اس نبی آخر الزماں کے ہاتھوں پھر اس کی اصلی حالت آشکارا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ اپنے ارادے سے باز آیا بلکہ بیت اللہ کی بڑی تعظیم وتکریم کی طواف کیا غلاف چڑھایا اور یہاں سے واپس

یمن لوٹ گیا۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین میں داخل ہوا اور تمام یمن میں یہی دین پھیلا یا اس وقت تک حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور نہیں ہوا تھا اور اس زمانے والوں کیلئے یہی سچا دین تھا۔ اس تبع کے واقعات بہت تفصیل سے سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں۔ اور حافظ ابن عساکر بھی اپنی کتاب میں بہت تفصیل کے ساتھ لائے ہیں اس میں ہے کہ اس کا پایۂ تخت دمشق میں تھا۔ اس کے لشکروں کی صفیں دمشق سے لے کر یمن تک پہنچتی تھیں۔

ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں نہیں جان سکا کہ حد لگنے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تبع ملعون تھا یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ اور روایت میں ہے کہ یہ بھی فرمایا حضرت عزیز پیغمبر تھے یا نہیں؟ [1] (ابن ابی حاتم) دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی روایت صرف عبدالرزاق سے ہی ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا نبی ہونا نہ ہونا مجھے معلوم نہیں، نہ میں یہ جانتا ہوں کہ تبع پر لعنت کروں یا نہیں؟ [2] اسے وارد کرنے کے بعد حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے وہ روایتیں درج کی ہیں جن میں تبع کو گالی دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت آئی ہے۔ جیسے کہ ہم بھی وارد کریں گے۔ انشاء اللہ۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ پہلے کافر تھے پھر مسلمان ہو گئے یعنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دین میں داخل ہوئے اور اس زمانے کے علماء کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔ بعثت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا یہ واقعہ ہے جرہم کے زمانے میں بیت اللہ کا حج بھی کیا غلاف بھی چڑھایا اور بڑی تعظیم و تکریم کی چھ ہزار اونٹ نام اللہ قربان کئے اور بھی بہت بڑا طویل واقعہ ہے جو حضرت ابی ابن کعب، عبداللہ بن سلام، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور اصل قصہ کا دارومدار حضرت کعب احبار اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما پر ہے۔ وہب بن منبہ نے بھی اس قصہ کو وارد کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس تبع کے قصہ میں دوسرے تبع کے قصے کو بھی ملا دیا ہے جو ان کے بہت بعد تھا۔ اس کی قوم تو اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھی پھر ان کے انتقال کے بعد وہ کفر کی طرف لوٹ گئی۔ اور دوبارہ آگ کی اور بتوں کی پرستش شروع کر دی۔ جیسے کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے اسی کی تفسیر میں ہم نے بھی اس کی پوری تفصیل لکھ دی، فالحمدللہ۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس تبع نے کعبے پر غلاف چڑھایا تھا۔ آپ لوگوں کو منع کرتے کہ اس تبع کو برا نہ کہو۔ یہ درمیان کا تبع ہے۔ اس کا نام اسعد ابو کریب بن ملیکرب یمانی ہے۔ اس کی سلطنت تین سو چھبیس سال تک رہی اس سے زیادہ لمبی مدت ان بادشاہوں میں سے کسی نے نہیں پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً سات سو سال پہلے اس کا انتقال ہوا ہے، مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان دونوں موسوی عالموں نے جو مدینے کے تھے انہوں نے جب تبع بادشاہ کو یقین دلایا کہ یہ شہر نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت گاہ ہے تو اس نے ایک قصیدہ کہا تھا اور اہل مدینہ کو بطور امانت دے گیا تھا جو ان کے پاس ہی رہا اور بطور میراث کے ایک دوسرے کے ہاتھ لگتا رہا۔ اور اس کی روایت سند کے ساتھ برابر چلی آتی رہی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی التخییر بین الانبیاء (٤٦٧٤) مستدرك حاكم (١/٣٦)]

[2] [اسناده ضعيف : تاریخ دمشق (٣/٥٠١)] اس کی سند میں محمد بن کریب راوی ضعیف ہے۔]

کے وقت اس کے حافظ ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ تھے اور اتفاق سے بلکہ بحکم اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول وجلال بھی یہیں ہوا تھا۔ اس قصیدہ کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ ...... رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِی النَّسَمِ

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰى عُمْرِهٖ ...... لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمٍّ

وَجَاهَدْتُّ بِالسَّيْفِ اَعْدَاءَهٗ ...... وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ غَمٍّ

یعنی میری تہہ دل سے گواہی ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس اللہ کے سچے رسول ہیں جو تمام جانداروں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میں اس کے زمانے تک زندہ رہا تو قسم اللہ کی آپ کا ساتھی اور آپ کا معاون بن کر رہوں گا۔ اور آپ کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور کسی کھٹکے اور غم کو آپ کے پاس تک پھٹکنے نہ دوں گا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ دور اسلام میں صنعاء شہر میں اتفاق سے قبر کھودی گئی تو دیکھا گیا کہ دو عورتیں مدفون ہیں جن کے جسم بالکل صحیح سالم ہیں اور سرہانے پر چاندی کی ایک تختی لگی ہوئی ہے جس میں سونے کے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر خبی اور لمیس کی ہے اور ایک روایت میں ان کے نام حبی اور تماضر ہیں۔ یہ دونوں تبع کی بہنیں ہیں یہ دونوں مرتے وقت تک اس بات کی شہادت دیتی رہیں کہ لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ دونوں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتی تھیں۔ ان سے پہلے کے تمام نیک صالح لوگ بھی اسی شہادت کے ادا کرتے ہوئے انتقال فرماتے رہے ہیں۔ سورۂ سبا میں ہم نے اس واقعہ کے متعلق سبا کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں۔ حضرت کعب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تبع کی تعریف قرآن سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی مذمت کی ان کی نہیں کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ تبع کو برا نہ کہو وہ صالح شخص تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو وہ مسلمان ہو چکا تھا'' (1) طبرانی اور مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے۔ عبدالرزاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے معلوم نہیں تبع نبی تھا یا نہ تھا؟ اور روایت میں جو اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تبع ملعون تھا یا نہیں؟ فاللہ اعلم۔ یہی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حضرت عطاء بن ابورباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں تبع کو گالی نہ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برا کہنا منع فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٢﴾ ع ۲ ۱۵

---

(1) [حسن لغيره وهذا اسناد ضعيف: تفسير ابن جرير الطبري (١١/ ٢٤١) مسند احمد (٥/ ٣٤٠) مجمع الزوائد (١٣٠٢٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے البتہ یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٨٨٠)]

ہم نے زمین وآسمان اوران کے درمیان کی چیزوں کوفعل عبث کرتے ہوئے نہیں پیدا کیا○ بلکہ ہم نے انہیں درست تدبیر کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے ہاں البتہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں○ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کے وعدے کا ہے○ جس دن کوئی دوست کسی دوست کو کچھ کام بھی نہ آئے گا اور نہ ان کی امداد کی جائے گی○ مگر جس پر اللہ کی مہربانی ہو جائے گی وہ زبردست اور رحم والا ہے○

مخلوق کی پیدائش بے کار نہیں: یہاں اللہ عزوجل اپنے عدل کا بیان فرما رہا ہے اور بے فائدہ لغو اور عبث کاموں سے اپنی پاکیزگی کا اظہار فرماتا ہے‘ جیسے اور آیت میں ارشاد ہے‘ کہ ہم نے اپنی مخلوق کو باطل پیدا نہیں کیا ایسا گمان ہماری نسبت صرف ان کا ہے جو کفار ہیں۔ اور جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔[1] اور ارشاد ہے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾[2] الخ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار وعبث پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہماری طرف آنے ہی کے نہیں؟ اللہ حق مالک بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش کریم کا رب ہے‘ فیصلوں کا دن یعنی قیامت کا دن جس دن باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان حق فیصلے کرے گا کافروں کو سزا اور مومنوں کو جزا ملے گی۔ اس دن تمام اگلے پچھلے اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہوں گے‘ یہ وہ وقت ہوگا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتے دار رشتے دار کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گا‘ جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ﴾[3] الخ یعنی جب صور پھونک دیا جائے گا تو نہ تو کوئی نسب باقی رہے گا نہ پوچھ گچھ۔ اور آیت میں ہے کوئی دوست اس دن اپنے دوست کو پریشان حالی میں دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہ پوچھے گا۔ اور نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح مدد کرے گا۔ نہ اور کوئی بیرونی مدد آئے گی‘ مگر ہاں اللہ کی رحمت جو مخلوق پر شامل ہے۔ وہ بڑا غالب اور وسیع رحمت والا ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْىِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

بیشک زقوم کا درخت○ گنہگاروں کا کھانا ہے○ جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے○ مثل تیز گرم پانی کے کھولنے کے○ اسے پکڑ لو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچاؤ○ پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ○ چکھتا جا‘ تو تو بڑا ذی عزت اور بڑے اکرام والا تھا○ یہی وہ چیز ہے۔ جس میں تم شک کیا کرتے تھے○

جہنمیوں کی خوراک: منکرین قیامت کو جو سزا وہاں دی جائے گی اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان مجرموں کو جو اپنے قول وفعل کو نافرمانی میں ملوث کئے ہوئے تھے آج انہیں زقوم کا درخت کھلایا جائے گا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد

---

[1] [سورۃ ص : آیت ۲۷]
[2] [سورۃ المومنون : آیت ۱۱۵-۱۱۶]
[3] [سورۃ المومنون : آیت ۱۰۱]

ابو جہل ہے۔ گو دراصل وہ بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہے لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ آیت صرف اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کو یہ آیت پڑھا رہے تھے مگر اس کی زبان سے لفظ "اَثِیْم" ادا نہیں ہوتا تھا اور وہ بجائے اس کے "یتیم" کہہ دیا کرتا تھا تو آپ نے اسے "طَعَامُ الْفَاجِرِ" پڑھوایا یعنی اس کے سوا کھانے کو اور کچھ نہ دیا جائے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین میں ٹپک جائے تو تمام زمین والوں کی معاش خراب کر دے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے' یہ مثل تلچھٹ کے ہوگا۔ اپنی حرارت بدمزگی اور نقصان کے باعث پیٹ میں جوش مارتا رہے گا' اللہ جہنم کے داروغوں سے فرمائے گا کہ اس کافر کو پکڑ لو اور وہیں ستر ہزار فرشتے دوڑیں گے' اسے اوندھا کر کے منہ کے بل گھسیٹ لے جاؤ اور بیچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر جوش مارتا گرم پانی ڈالو۔ جیسے فرمایا ﴿یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ﴾ الخ یعنی ان کے سروں پر جہنم کا جوش مارتا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں سوخت ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ فرشتے انہیں لوہے کے ہتھوڑے ماریں گے جن سے ان کے دماغ پاش پاش ہو جائیں گے پھر اوپر سے یہ حمیم ان پر ڈالا جائے گا۔ یہ جہاں جہاں پہنچے گا ہڈی کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی آنتیں کاٹتا ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر انہیں شرمسار کرنے کیلئے اور زیادہ پشیمان بنانے کیلئے کہا جائے گا کہ لو مزہ چکھو تم ہماری نگاہوں میں نہ عزت والے ہو نہ بزرگی والے۔ مغازی اموی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل ملعون سے کہا کہ مجھے اللہ کا حکم ہوا کہ تجھ سے کہہ دوں تیرے لیے ویل ہے تجھ پر افسوس ہے پھر مکرر کہتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور افسوس ہے۔ اس پاجی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا جا تو اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت و تکریم والا میں ہوں۔ پس اللہ نے اسے بدر والے دن قتل کرایا اور اسے ذلیل کیا اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا' اور اپنی تکریم کا' اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا' اور ان کافروں سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جس میں تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔ جیسے اور آیتوں میں ہے کہ جس دن انہیں دھکے دے کر جہنم میں پہنچایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جسے تم جھٹلاتے رہے یا یہ جادو ہے کیا تم دیکھ نہیں رہے؟ اسی کو یہاں بھی فرمایا ہے کہ یہ ہے جس میں تم شک کر رہے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ع ۳ / ۱۶

بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن وچین کی جگہ میں ہوں گے ○ باغوں اور چشموں میں ○ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ○ یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے ○ دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے ○ وہاں وہ موت چکھنے کے نہیں ہاں پہلی موت جو وہ مر چکے انہیں اللہ نے دوزخ کی سزا سے بچا دیا ○ یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے' یہی ہے بڑی مراد ملنی ○ ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اب تو منتظر رہ یہ بھی منتظر ہیں ○

جنتیوں کی خوراک اور لباس: بدبختوں کا ذکر کر کے اب نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کو مثانی کہا گیا ہے' اسی دنیا میں جو اللہ تعالیٰ مالک و خالق و قادر سے ڈرتے دبتے رہے وہ قیامت کے دن جنت میں نہایت امن وامان سے ہوں گے۔ موت سے' وہاں سے نکلنے سے' غم و رنج' دکھ درد' گھبراہٹ اور مشکلوں سے' تکلیف ومشقت سے شیطان اور اس کے مکر سے رب کی ناراضگی سے غرض تمام آفتوں اور مصیبتوں سے نڈر بے فکر مطمئن اور بے اندیشہ ہوں گے' جہنمیوں کو تو زقوم کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا اور انہیں جنتیں اور نہریں ملیں گی' مختلف قسم کے ریشمی پارچہ جات انہیں پہننے کو ملیں گے۔ جن میں نرم باریک بھی ہوگا اور دبیز چمکیلا بھی ہوگا۔ یہ تختوں پر بڑے طمطراق سے تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے اور کسی کی کسی کی طرف پیٹھ نہ ہوگی بلکہ سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے' اس عطا کے ساتھ ہی انہیں حوریں دی جائیں گی جو گورے چٹے پنڈے کی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی ہوں گی جن کے پاک جسم کو ان سے پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا۔ وہ یاقوت ومرجان کی طرح ہوں گی۔ اور کیوں نہ ہو جب انہوں نے اللہ کا ڈر دل میں رکھا اور دنیا کی خواہشوں کی چیزوں سے محض فرمان اللہ کو مدنظر رکھ کر بچے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ بہترین سلوک کیوں نہ کرتا؟ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے' [1] پھر وہاں یہ جس میوے کی طلب کریں گے موجود ہوگا جو مانگیں گے ملے گا ادھر ارادہ کیا ادھر موجود ہوا' خواہش ہوئی اور حاضر ہوا۔ پھر نہایت بے فکری سے کمی کا خوف نہیں ہوگا ختم ہو جانے کا کھٹکا نہیں ہوگا' پھر فرمایا وہاں انہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ [2] پھر استثناء منقطع لا کر اس کی تاکید کر دی۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ موت کو بھیڑ کی صورت میں لا کر جنت وجہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ جنتیو! اب ہمیشگی ہے کبھی موت نہیں۔ اور اے جہنمیو! تمہارے لئے بھی ہمیشہ رہنا ہے کبھی موت نہ آئے گی۔ سورۂ مریم کی تفسیر میں بھی یہ حدیث گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جنتیوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں اور ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے کبھی کمی نہ ہوگی اور ہمیشہ جوان بنے رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے [3] اور حدیث میں ہے جو اللہ سے ڈرتا

---

[1] [ضعیف وباطل: ابو نعیم فی صفة الجنة (۳۸۶)] اس کی سند میں نصر بن مزاحم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله عزو جل وانذرهم یوم الحسرة (۴۷۳۰) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب النار یدفلها الجبارون (۲۸۴۹) مسند احمد (۳۷۷/۲)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب فی دوام نعیم اهل الجنة (۲۸۳۷) مسند احمد (۳۱۹/۲)]

رہے گا۔ جنت میں جائے گا جہاں نعمتیں پائے گا کبھی محتاج نہ ہوگا جئے گا کبھی مرے گا نہیں جہاں کپڑے میلے نہ ہوں گے اور جوانی فنا نہ ہوگی۔ (۱) حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ کیا جنتی سوئیں گے بھی؟ آپ نے فرمایا نیند موت کی بہن ہے جنتی سوئیں گے نہیں ہر وقت راحت ولذت میں مشغول رہیں گے۔ (۲) یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے اور اس سے پہلے سندوں کا خلاف گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس راحت ونعمت کے ساتھ یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ انہیں پرودگار عالم نے عذاب جہنم سے نجات دے دی۔ تو مطلوب حاصل ہے اور خوف زائل ہے' اسی لئے ساتھ ہی فرمایا کہ یہ صرف اللہ کا احسان وفضل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے تم ٹھیک ٹھاک رہو قریب قریب رہو اور یقین مانو کہ کسی کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جاسکتے لوگوں نے کہا کیا آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا ہاں میرے اعمال بھی مگر یہ کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال ہو۔ (۳) ہم نے اپنے نازل کردہ اس قرآن کریم کو بہت سہل' بالکل آسان' صاف ظاہر' بہت واضح' مدلل اور روشن کر کے تجھ پر تیری زبان میں نازل فرمایا ہے جو بہت فصیح و بلیغ بڑی شیریں اور پختہ ہے تا کہ لوگ بآسانی سمجھ لیں اور بخوشی عمل کریں۔ باوجود اس کے بھی جو لوگ اسے جھٹلائیں نہ مانیں تو انہیں ہوشیار کر دے اور کہہ دے کہ اچھا اب تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں تم دیکھ لو گے کہ اللہ کی طرف سے کس کی تائید ہوتی ہے؟ کس کا کلمہ بلند ہوتا ہے؟ کسے دنیا اور آخرت ملتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ تم تسلی رکھو فتح وظفر تمہیں ہوگی میری عادت ہے کہ اپنے نبیوں اور ان کے ماننے والوں کو اونچا کروں جیسے ارشاد ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ (۴) الخ' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ (۵) الخ' یعنی یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں بھی مدد کریں گے اور قیامت میں بھی جس دن گواہ قائم ہوں گے اور ظالموں کو ان کے عذر نفع نہ دیں گے ان پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے برا گھر ہوگا۔

الحمدللہ سورۂ دخان کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر واحسان ہے اسی کی طرف سے نیکی کی توفیق میسر ہوتی ہے اور وہی برائیوں سے بچانے والا ہے۔

---

(۱) [اسناده ضعيف وله شواهد صحيحة : طبرانی اوسط (۴۸۹۵)] اس کی سند میں عبیداللہ بن عمرو راوی ضعیف ہے۔ تاہم اس کے صحیح شواہد موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے: صحیح مسلم (۲۱) مسند احمد (۳۰۵/۲)]

(۲) [حسن : مجمع البحرين (۴۸۷۵) مجمع الزوائد (۴۱۵/۱۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۱۰۸۷)]

(۳) [صحيح : صحيح بخارى : كتاب الرقاق : باب القصد والمداوته على العمل (۶۴۶۷) صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب لن يدخل احد الجنة بعمله (۲۸۱۸)]

(۴) [سورة المجادله : آیت ۲۱]

(۵) [سورة غافر : آیت ۵۱-۵۳]

تفسیر سورۃ الجاثیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ
رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

معبود برحق رحم وکرم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

یہ کتاب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے ○ آسمانوں اور زمینوں میں ایمان داروں کے لئے یقیناً بہت سے دلائل ہیں ○ اور خود تمہاری پیدائش میں اور جانوروں کے پھیلانے میں یقین رکھنے والی قوم کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ آسمانوں سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے اس میں اور ہواؤں کو بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں دلائل ہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ اللہ کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں پھر ان کا شکر بجالائیں، دیکھیں کہ اللہ کتنی بڑی قدرتوں والا ہے جس نے آسمان وزمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ فرشتے، جن، انسان، چوپائے، پرند، جنگلی جانور، درندے، کیڑے، پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، سمندر کی بے شمار مخلوق کا خالق بھی وہی ایک ہے۔ دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لا رہا ہے رات کا اندھیرا دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔ حاجت کے وقت اندازے کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے، رزق سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں اگتی ہیں۔ خشک بنجر زمین سبز وشاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگاتی ہے۔ شمالی جنوبی، پروا پچھوا، تر وخشک، کم وبیش، رات اور دن کی ہوائیں وہی چلاتا ہے۔ بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں اور بعض ان کے سوا اور کاموں کے لئے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں پھر یقین والوں کیلئے فرمایا پھر عقل والوں کیلئے فرمایا یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے عزت والے حال کی طرف ترقی کرنا ہے۔ اسی کے مثل سورہ بقرہ کی آیت ﴿اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [1] الخ ہے امام ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک طویل اثر وارد کیا ہے لیکن وہ غریب ہے اس میں انسان کو چار قسم کے اخلاط سے پیدا کرنا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ١٦٤]

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ
يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۷ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ
يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۸ وَاِذَا عَلِمَ
مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹ مِنْ
وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۱۱ ع

یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم تجھے راستی سے سنا رہے ہیں' پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے ○ ویل اور افسوس ہے ہر ایک جھوٹے گنہگار پر ○ جو اللہ کی آیتیں اپنے سامنے پڑھی جاتی ہوئی سنے پھر بھی غرور کرتا ہوا اس طرح اڑا رہے کہ گویا سنی ہی نہیں' تو ایسے لوگوں کو درد دینے والے عذاب کی خبر پہنچا دے ○ وہ جب ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پا لیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے' یہی لوگ ہیں جن کیلئے رسوائی کا وار ہے ○ ان کے پیچھے دوزخ ہے' جو کچھ انہوں نے حاصل کیا تھا وہ انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا اور نہ وہ کچھ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا رفیق دوست بنا رکھا تھا' ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے ○ یہ سرتاپا ہدایت ہے' اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کیلئے بہت سخت دردناک عذاب ہے ○

قرآن کے واضح دلائل کے بعد یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ مطلب یہ ہے کہ قرآن جو حق کی طرف سے نہایت صفائی اور وضاحت سے نازل ہوا ہے۔ اس کی روشن آیتیں تجھ پر تلاوت کی جا رہی ہیں۔ جسے یہ سن رہے ہیں اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں۔ نہ عمل کرتے ہیں تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے؟ ان کیلئے ویل ہے اور ان پر افسوس ہے جو زبان کے جھوٹے کام کے گنہگار اور دل کے کافر ہیں' اللہ کی باتیں سنتے ہوئے اپنے کفر و انکار اور بد باطنی پر اڑے ہوئے ہیں گویا سنا ہی نہیں' انہیں سنا دو کہ ان کیلئے اللہ کے ہاں دکھ کی مار ہے' قرآن کی آیتیں ان کے مذاق کی چیز رہ گئی ہیں۔ تو جس طرح میرے کلام کی آج اہانت کرتے ہیں۔ کل میں انہیں ذلت کی سزا دوں گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن لے کر دشمنوں کے ملک میں نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی اہانت و بے قدری کریں' [1] پھر اس ذلیل کرنے والے عذاب کا بیان فرمایا کہ ان خصلتوں والے لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ان کے مال و اولاد اور ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں یہ زندگی بھر پوجتے رہے انہیں کچھ کام نہ آئیں گے'

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب كراهية السفر بالمصاحف الى ارض العدو (۲۹۹۰) صحیح مسلم: کتاب الامارة: باب النهي ان يسافر المصحف الى ارض الكفار (۱۸۶۹) ابو داؤد: کتاب الجهاد (۲۶۱۰) ابن ماجه: کتاب الجهاد (۲۸۷۹) مسند احمد (۲/۶-۷)]

انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے' پھر ارشاد ہوا کہ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور اس کی آیت سے جو منکر ہیں ان کے لئے سخت اور المناک عذاب ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَکُمُ الۡبَحۡرَ لِتَجۡرِیَ الۡفُلۡکُ فِیۡهِ بِاَمۡرِهٖ وَ لِتَبۡتَغُوۡا
مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿١٢﴾ وَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی
الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿١٣﴾ قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ
اٰمَنُوۡا یَغۡفِرُوۡا لِلَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجۡزِیَ قَوۡمًۢا بِمَا کَانُوۡا
یَکۡسِبُوۡنَ ﴿١٤﴾ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَیۡهَا ۫ ثُمَّ اِلٰی
رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿١٥﴾

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مطیع بنا دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور ممکن ہے کہ تم اللہ کا شکر بجالاؤ ○ اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہاری مطیع کر دی ہے' جو غور کریں وہ یقیناً اس میں بہت سی دلیلیں پالیں گے ○ تو ایمان والوں سے کہہ دے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے ○ جو نیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کیلئے' اور جو برائی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں: اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان فرما رہا ہے کہ اسی کے حکم سے سمندر میں اپنی مرضی کے مطابق سفر طے کرتے ہوئے بڑی بڑی کشتیاں مال اور سواریوں سے لدی ہوئی ادھر سے ادھر لے جاتے ہو تجارتیں اور کمائی کرتے ہو۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ تم اللہ کا شکر بجالاؤ نفع حاصل کر کے رب کا احسان مانو' پھر اس نے آسمان کی چیز جیسے سورج چاند ستارے اور زمین کی چیز جیسے پہاڑ' نہریں اور تمہارے فائدے کی بے شمار چیزیں تمہارے لئے مسخر کر دیں' یہ سب اس کا فضل واحسان انعام واکرام ہے اور اسی ایک کی طرف سے ہے' جیسے ارشاد ہے ﴿ وَمَا بِکُمۡ مِّنۡ نِّعۡمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ﴾ [1] الخ یعنی تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں اور اب بھی سختی کے وقت تم اس کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ نام اس میں نام ہے اس کے ناموں میں سے' پس یہ سب اس کی جانب سے ہے کوئی نہیں جو اس سے چھینا جھپٹی یا جھگڑا کر سکے ہر ایک اس یقین پر ہے کہ وہ اسی طرح ہے۔ [2] ایک شخص نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا نور سے اور آگ سے اور اندھیرے سے اور مٹی سے اور کہا جاؤ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اگر دیکھو تو ان سے بھی دریافت کرلو۔ اس نے آپ سے پوچھا یہی جواب پایا پھر فرمایا واپس ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ سب کس چیز سے پیدا کئے گئے؟ وہ لوٹا اور سوال کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔

---

[1] [سورۃ النحل : آیت ۵۳]   [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/ ۲۵۵)]

یہ اثر غریب ہے۔ اور ساتھ ہی منکر بھی ہے۔ غور وفکر کی عادت رکھنے والوں کے لیے اس میں بھی بہت نشانیاں ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ صبر وتحمل کی عادت ڈالو منکرین قیامت کی کڑوی کسیلی سن لیا کرو۔ مشرک اور اہل کتاب کی ایذاؤں کو سہار لیا کرو۔ یہ حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں جہاد اور جلاوطنی کے احکام نازل ہوئے۔ اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے یعنی اللہ کی نعمتوں کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ ان سے تم چشم پوشی کروان کے اعمال کی سزا خود ہم انہیں دیں گے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر نیکی بدی کی جزا سزا پاؤ گے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا
اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٧﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي
شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨﴾ اِنَّهُمْ لَنْ
يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ
وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩﴾ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٢٠﴾

یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب حکومت اور نبوت دی تھی اور ہم نے انہیں پاکیزہ اور نفیس روزیاں دی تھیں اور انہیں دنیا والوں پر فضیلت دی تھی ○ اور ہم نے انہیں دین کی صاف صاف دلیلیں دیں' پھر انہوں نے اپنے پاس علم کے پہنچ جانے کے بعد آپس کی ضد بحث سے ہی اختلاف برپا کر ڈالا' یہ جن جن چیزوں میں اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ قیامت والے دن ان کے درمیان خود اللہ کرے گا ○ پھر ہم نے تجھے دین کی ظاہر راہ پر قائم کر رکھا ہے سوتو اس پر لگا رہ اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑ ○ یاد رکھ یہ لوگ اللہ کے کسی عذاب کو تجھ سے ہٹا نہیں سکتے۔ سمجھ لے کہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں' اور پرہیزگاروں کا رفیق اللہ تعالیٰ ہے ○ یہ قرآن لوگوں کے لئے نصیحتیں اور ہدایت و رحمت ہے اس جماعت کیلئے جو یقین رکھتی ہے ○

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتیں: بنی اسرائیل پر جو نعمتیں رحیم وکریم اللہ نے انعام فرمائی تھیں' ان کا ذکر فرما رہا ہے کہ کتابیں ان پر اتاریں رسول ان میں بھیجے حکومت انہیں دی۔ بہترین غذائیں اور ستھری صاف چیزیں انہیں عطا فرمائیں اور اس زمانے کے اور لوگوں پر انہیں برتری دی' اور انہیں امر دین کی عمدہ اور کھلی ہوئی دلیلیں پہنچا دیں' اور ان پر حجت قائم ہوگئی۔ پھر ان لوگوں نے پھوٹ ڈالی اور مختلف گروہ بن گئے اور اس کا باعث بجز نفسانیت اور خودی کے اور کچھ نہ تھا۔ اے نبی ﷺ! تیرا رب ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن خود ہی کر دے گا۔ اس میں

اس امت کو چوکنا کیا گیا ہے کہ خبردار تم ان جیسے نہ ہونا ان کی چال نہ چلنا۔

اسی لئے اللہ جل وعلا نے فرمایا کہ تو اپنے رب کی وحی کا تابعدار بنا رہ مشرکوں سے کوئی مطلب نہ رکھ بے علموں کی ریس نہ کر یہ تجھے اللہ کے ہاں کیا کام آئیں گے؟ ان کی دوستیاں تو ان میں آپس میں ہی ہیں۔ یہ تو اپنے ملنے والوں کو نقصان ہی پہنچایا کرتے ہیں۔ پرہیزگاروں کا ولی و ناصر رفیق و کارساز پروردگار عالم ہے۔ جو انہیں اندھیروں سے ہٹا کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو انہیں روشنی سے ہٹا کر اندھیروں میں جھونکتے ہیں، یہ قرآن ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں دلائل کے ساتھ ہی ہدایت و رحمت ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝٢١ ع ۱۸
وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٢٢ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ
وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ
بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝٢٣

کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے؟ برا حکم لگا رہے ہیں ○ آسمان و زمین کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○ کیا تو نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے ○

مومن و کافر برابر نہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں، جیسے اور آیت میں ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں جنتی کامیاب ہیں،[1] یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کفر و برائی والے اور ایمان و اچھائی والے موت و زیست میں دنیا و آخرت میں برابر ہو جائیں۔ یہ تو ہماری ذات اور ہماری صفت عدل کیساتھ پرلے درجے کی بدگمانی ہے۔ مسند ابو یعلی میں ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار چیزوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بناء رکھی ہے جو ان سے ہٹ جائے اور ان پر عامل نہ بنے وہ اللہ تعالیٰ سے فاسق ہو کر ملاقات کرے گا۔ پوچھا گیا کہ وہ چاروں چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا یہ کہ کامل عقیدہ یہ رکھے کہ حلال، حرام، حکم اور ممانعت یہ چاروں صرف اللہ کے

[1] [سورۃ الحشر : آیت ۲۰]

اختیار میں ہیں اس کے حلال کو حلال' اس کے حرام بتائے ہوئے کو حرام ماننا' اس کے حکموں کو قابل تعمیل اور لائق تسلیم جاننا' اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے باز آ جانا اور حلال حرام امر و نہی کا مالک صرف اسی کو جانا بس یہ دین کی اصل ہے۔ حضرت ابوالقاسم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس طرح ببول کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہو سکتے اسی طرح بدکار لوگ نیک کاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ (1) یہ حدیث غریب ہے۔ سیرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ میں ہے کہ کعبۃ اللہ کی نیو میں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہوئے نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی خاردار درخت سے انگور چننا چاہتا ہو۔ (2) طبرانی میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ رات بھر تہجد میں اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ ہر ایک شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ اور کسی پر اس کی طرف سے ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا' پھر اللہ جل وعلا فرماتے ہیں کہ تم نے انہیں بھی دیکھا جو اپنی خواہشوں کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ جس کام کی طرف طبیعت جھکی کر ڈالا جس سے دل رکا چھوڑ دیا۔ یہ آیت معتزلہ کے اس اصول کو رد کرتی ہے کہ اچھائی برائی عقلی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کے دل میں جس کی عبادت کا خیال گزرتا ہے اسی کو پوجنے لگتا ہے۔ اس کے بعد کے جملے کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر اسے مستحق گمراہی جان کر گمراہ کر دیا' دوسرا معنی یہ کہ اس کے پاس علم و حجت دلیل و سند آ گئی پھر اسے گمراہ کیا۔ یہ دوسری بات پہلی کو بھی مستلزم ہے اور پہلی دوسری کو مستلزم نہیں۔ اس کے کانوں پر مہر ہے نفع دینے والی شرعی بات سنتا ہی نہیں۔ اس کے دل پر مہر ہے ہدایت کی بات دل میں اترتی ہی نہیں۔ اس کی آنکھوں پر پردہ ہے کوئی دلیل اسے نظر ہی نہیں آتی' بھلا اب اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے' کیا تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمایا ﴿مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (3) جسے اللہ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ
وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ ع ٣ ١٩

(1) [ضعیف : المجروحین (٣/٤١)] اس کی سند میں مکبر بن عثمان منکر الحدیث ہے۔]

(2) [سیرۃ ابن ھشام (١/١٩٦)]

(3) [سورہ الاعراف : آیت ١٨٦]

انہوں نے کہا کہ زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے' دراصل انہیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں' یہ تو صرف قیاس اور اٹکل پچو سے ہی کام لے رہے ہیں ○ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ ○ تو کہہ دے کہ اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں مار ڈالتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ○

زمانے کو گالی دینے کی ممانعت: دہریہ کفار اور ان کے ہم عقیدہ مشرکین کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا ہی ابتداء اور انتہا ہے کچھ جیتے ہیں' کچھ مرتے ہیں' قیامت کوئی چیز نہیں' فلاسفہ اور علم کلام کے قائل بھی یہی کہتے تھے یہ لوگ ابتداء انتہا کے قائل نہ تھے' اور فلاسفہ میں سے جو لوگ دہریہ اور دوریہ تھے وہ خالق کے بھی منکر تھے' ان کا خیال تھا کہ ہر چھتیس سال کے بعد زمانے کا ایک دور ختم ہوتا ہے اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہے۔ اور ایسے کئی دور کے وہ قائل تھے' دراصل یہ معقول سے بھی بے کار جھگڑتے تھے اور منقول سے بھی رو گردانی کرتے تھے' اور کہتے تھے کہ گردش زمانہ ہی ہلاک کرنے والی ہے نہ کہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز ہم خیال کے کوئی سند وہ پیش نہیں کر سکتے۔ ابو داؤد وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے بنی آدم ایذا دیتا ہے وہ دہر کو (یعنی زمانے کو) گالیاں دیتا ہے دراصل زمانہ میں ہوں تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں دن رات کا ہیر پھیر میں کرتا ہوں۔ [1] ایک روایت میں ہے دہر (زمانہ) کو گالی نہ دو اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔ [2] ابن جریر نے اسے ایک بالکل غریب سند سے وارد کیا ہے اس میں ہے اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ ہمیں دن رات ہی ہلاک کرتے ہیں' وہی ہمیں مارتے جلاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں اسے نقل فرمایا۔ وہ زمانے کو برا کہتے تھے پس اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے ابن آدم ایذا پہنچاتا ہے وہ زمانے کو برا کہتا ہے اور زمانہ میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہیں میں دن رات کا لے آنے' لے جانے والا ہوں۔ [3] ابن ابی حاتم میں ہے ابن آدم زمانے کو گالیاں دیتا ہے میں زمانہ ہوں دن رات میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور حدیث میں ہے میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا اس نے مجھے نہ دیا۔ مجھے میرے بندے نے گالیاں دیں وہ کہتا ہے ہائے ہائے زمانہ اور زمانہ میں ہوں۔ [4] امام شافعی اور ابو عبیدہ رحمہما اللہ وغیرہ ائمہ لغت و تفسیر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے عربوں کو جب کوئی بلا اور شدت و تکلیف پہنچتی تو وہ اسے زمانے کی طرف نسبت کرتے اور زمانے کو برا کہتے دراصل زمانہ خود تو کچھ کرتا نہیں ہر کام کا کرتا دھرتا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس

---

[1] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ الحاثیه (٤٨٢٦) صحیح مسلم : کتاب فی الالفاظ : باب النهی عن سب الدهر (٢٢٤٦) مسند احمد (٢/٢٣٨)]

[2] **[صحیح** : مسند احمد (٥/٢٩٩۔ ٣١١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢٦٥٣)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٢٦٤)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٥/٩٢)]

لئے ان کا زمانے کو گالی دینا فی الواقع اسے برا کہنا تھا جس کے ہاتھ میں اور جس کے بس میں زمانہ ہے جو راحت و رنج کا مالک ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہے پس وہ گالی حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ پر پڑتی ہے اس لئے اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا اور لوگوں کو اس سے روک دیا۔ یہی شرح بہت ٹھیک ہے اور بالکل درست ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ نے اس حدیث سے جو یہ سمجھ لیا ہے کہ دہر اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ہے یہ بالکل غلط ہے' واللہ اعلم' پھر ان بے علموں کی کج بحثی بیان ہو رہی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ جلائے جانے کی بالکل صاف دلیلیں جب انہیں دی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے تو چونکہ کچھ بن نہیں پڑتا جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا ہمارے مردہ باپ دادوں کو زندہ کر کے ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیں گے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم اپنا پیدا کیا جانا اور مرجانا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کر دیا پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے تو جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہوگا؟ بلکہ عقلاً ہدایت (واضح طور پہ) کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنادے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت آسان ہوتا ہے' پس یہاں فرمایا کہ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا۔ وہ دنیا میں تمہیں دوبارہ لانے کا نہیں جو تم کہہ رہے ہو کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر لاؤ' یہ تو دار عمل ہے دار جزا قیامت کا دن ہے' یہاں تو ہر ایک کو تھوڑی بہت تاخیر مل جاتی ہے جس میں وہ اگر چاہے اس دوسرے گھر کے لئے تیاریاں کر سکتا ہے' بس اپنی بے علمی کی بناء پر تمہیں اس کا انکار نہ کرنا چاہئے تم گو اس سے دور جا رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے' جو مومن با علم اور ذی عقل ہیں وہ اس پر یقین کامل رکھ کر عمل میں لگے ہوئے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۲۷
وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۲۸ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا
نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۲۹

آسمان وزمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے' جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہل باطل بڑے نقصان میں پڑیں گے ○ تو دیکھے گا کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا' آج تمہیں اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا ○ یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے' ہم تمہارے اعمال لکھواتے جاتے تھے ○

روزِ قیامت ہر شخص گھٹنوں کے بل: اب سے لے کر ہمیشہ تک اور آج سے پہلے بھی تمام انسانوں کا کل زمینوں کا مالک بادشاہ سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے اور اس کی کتابوں کے اور اس کے رسولوں کے منکر قیامت کے روز بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ جب مدینے تشریف لائے تو آپ نے سنا کہ معافری ایک

ظریف شخص ہیں لوگوں کو اپنے کلام سے ہنسایا کرتے ہیں تو آپ نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا کیوں جناب آپ کو معلوم نہیں کہ ایک دن آئے گا جس میں باطل والے خسارے میں پڑیں گے۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوا اور حضرت معافری رحمہ اللہ مرتے دم تک اس نصیحت کو نہ بھولے۔ (ابن ابی حاتم) وہ دن ایسا ہولناک اور سخت تر ہوگا کہ ہر شخص گھٹنوں پر گرا ہوا ہوگا' یہ اس وقت جب کہ جہنم سامنے لائی جائے گی اور وہ ایک جھرجھری لے گی جس سے ہر شخص کانپ اٹھے گا۔ اور اپنے گھٹنوں پر گر جائے گا۔ یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابرہیم علیہ السلام اور روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ ان کی زبان سے بھی اس وقت نفسی نفسی نکلے گا۔ صاف کہہ دیں گے کہ اللہ! آج ہم تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتے صرف اپنی سلامتی چاہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میں اپنی والدہ کیلئے بھی تجھ سے کچھ نہیں عرض کرتا بس مجھے بچالے۔ گو بعض مفسرین نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ہر گروہ جداگانہ' الگ الگ ہوگا لیکن اس سے اولیٰ اور بہترین تفسیر وہی ہے جو ہم نے کی یعنی ہر ایک اپنے زانو پر گرا ہوا ہوگا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گویا کہ میں تمہیں جہنم کے پاس زانوں پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اور مرفوع حدیث میں جس میں صور وغیرہ کا بیان ہے یہ بھی ہے کہ پھر لوگ جدا جدا کر دیئے جائیں گے اور تمام امتیں زانوں پر جھک پڑیں گی یہی اللہ کا فرمان ہے ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ الخ اس میں دنوں حالتیں جمع کر دی ہیں پس دراصل دونوں تفسیروں میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں واللہ اعلم' پھر فرمایا ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ﴾ [1] نامہ اعمال رکھا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ آج تمہارے ہر ہر عمل کا بدلہ بھرپور دیا جائے گا جیسے فرمان ہے ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ [2] الخ 'انسان کو ہر اس چیز سے باخبر کر دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجی اور پیچھے چھوڑی اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال' بلکہ خود انسان اپنے حال پر خوب مطلع ہو جائے گا گو اپنے تمام تر حیلے سامنے لا ڈالے۔ یہ اعمال نامہ جو ہمارے حکم سے ہمارے امین اور سچے فرشتوں نے لکھا ہے وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے پیش کر دینے کے لئے کافی ووافی ہے' جیسے ارشاد ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ﴾ [3] الخ یعنی نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا تو تو دیکھے گا کہ گنہگار اس سے خوفزدہ ہو جائیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اور عمل نامے کی تو یہ صفت ہے کہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو قلم بند کئے بغیر چھوڑا ہی نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کیا سب سامنے حاضر پالیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے محافظ فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے رہا کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں پھر انہیں لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کے دیوان عمل کے فرشتے اس نامہ اعمال کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے اعمال سے ملاتے ہیں جو ہر رات اس کی مقدار کے مطابق ان پر ظاہر ہوتا ہے جسے

---

[1] [الزمر : ٦٩]

[2] [القيامة : ١٣-١٥]

[3] [الكهف : ٤٩]

اللہ نے اپنی مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی لکھا ہے تو ایک حرف کی کمی زیادتی نہیں پاتے۔ پھر آپ نے اسی آخری جملے کی تلاوت فرمائی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى
عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ
اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ
بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ
يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا
هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾
وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انہیں ان کا رب اپنی رحمت تلے لے لے گا' یہی صریح کامیابی ہے ○ لیکن جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے میں کہوں گا) کیا میری آیتیں تمہیں سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم تکبر کرتے رہے اور تم تھے ہی گنہگار لوگ ○ اور جب کبھی کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم جواب دیتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ ہمیں یونہی سا خیال ہو جاتا ہے لیکن ہمیں یقین نہیں ○ اب ان پر اپنے اعمال کی برائیاں کھل گئیں اور جسے وہ مذاق میں اڑا رہے تھے اس نے انہیں گھیر لیا ○ اور کہہ دیا گیا کہ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسے کہ تم نے اپنے اس دن سے ملنے کو بھلا دیا تھا تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے' اور تمہارا مددگار کوئی نہیں ○ یہ اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا' پس آج کے دن نہ تو یہ دوزخ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے اللہ کی خفگی کا تدارک طلب کیا جائے ○ پس اللہ ہی کی تعریف ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور تمام جہان کا پالنہار ہے ○ تمام بزرگی اور بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے' اور وہی غالب حکمت والا ہے ○

روزِ قیامت اللہ کا فیصلہ: ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس فیصلے کی خبر دیتا ہے جو وہ آخرت کے دن اپنے بندوں کے درمیان کرے گا۔ جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے اور اپنے ہاتھ پاؤں سے مطابق شرع نیک نیتی کے ساتھ اچھے عمل کئے۔ انہیں اپنے کرم و رحم سے جنت عطا کرے گا۔ رحمت سے مراد جنت ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھے عطا

فرماؤں گا۔ (۱) کھلی کامیابی اور حقیقی مراد کو حاصل کر لینا یہی ہے' اور جو لوگ ایمان سے رک گئے بلکہ کفر کیا ان سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں' پھر بھی تم نے غرور ونخوت میں آ کر ان کی اتباع نہ کی۔ بلکہ ان سے منہ پھیرے رہے' اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب لئے ہوئے تم نے ظاہراً اپنے افعال میں بھی اس کی نافرمانی کی' گناہوں پر گناہ دلیری سے کرتے چلے گئے' اور قیامت ضرور قائم ہوگی' اس کے آنے میں کوئی شک نہیں' تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ ہمیں اگرچہ کچھ یوں ہی سا وہم ہوتا ہے لیکن ہمیں ہرگز یقین نہیں کہ قیامت ضرور آئے گی' اب ان کی بداعمالیوں کی سزا ان کے سامنے آ گئی' اپنی آنکھوں اپنے کرتوت کا بدلہ دیکھ چکے اور جس عذاب وسزا کا انکار کرتے تھے' جسے مذاق میں اڑاتے تھے' جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے' ان عذابوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا' اور انہیں ہر قسم کی بھلائی سے مایوس کرنے کے لئے کہہ دیا گیا کہ ہم تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے' یعنی جہنم میں جھونک کر پھر تمہیں کبھی اچھائی سے یاد بھی نہ کریں گے۔ یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم اس کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے' اس کیلئے تم نے کوئی عمل نہ کیا' کیونکہ تم اس کے آنے کی صداقت کے قائل ہی نہ تھے۔ اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے قیامت کے دن فرمائے گا کیا میں نے تجھے بال بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا میں نے تجھ پر دنیا میں انعام و اکرام نہیں فرمائے تھے؟ کیا میں نے تیرے لیے اونٹوں اور گھوڑوں کو مطیع اور فرمانبردار نہیں کیا تھا؟ اور تجھے چھوڑ دیا تھا کہ سرور وخوشی کے ساتھ اپنے مکانات اور حویلیوں میں آزادی کی زندگی بسر کرے؟ یہ جواب دے گا کہ میرے پروردگار یہ سب سچ ہے بیشک تیرے یہ تمام احسانات مجھ پر تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس آج میں تجھے اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تو مجھے بھول گیا تھا۔ (۲)

پھر فرماتا ہے کہ یہ سزائیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا خوب مذاق اڑایا تھا۔ اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ تم اسی پر مطمئن تھے اور اس قدر تم نے بے فکری برتی کہ آخر آج نقصان اور خسارے میں پڑ گئے۔ اب تم دوزخ سے نکالے نہ جاؤ گے۔ اور نہ تم سے ہماری خفگی کے دور کرنے کی کوئی وجہ طلب کی جائے گی یعنی اس عذاب سے تمہارا چھٹکارا بھی محال اور اب میری رضامندی کا تمہیں حاصل ہونا بھی ناممکن۔ جیسے کہ مومن بغیر عذاب وحساب کے جنت میں جائیں گے۔ ایسے ہی تم بے حساب عذاب کئے جاؤ گے اور تمہاری توبہ بے سود رہے گی' اپنے اس فیصلے کو جو مومنوں اور کافروں میں ہو گیا بیان فرما کر اب ارشاد ہوتا ہے کہ تمام حمد زمین و آسمان اور ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ جو کل جہان کا پالنہار ہے' اسی کی کبریائی

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالی و تقول هل من مزید (۴۸۵۰)]

(۲) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب الدنیا سجن المومن و جنة الکافر (۲۹۶۸)]

یعنی سلطنت اور بڑائی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا۔ [1] یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی غالب ہے۔ جو کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوگا کوئی نہیں جو اس پر روک ٹوک کر سکے۔ اس کے سامنے پڑ سکے، وہ حکیم ہے۔ اس کا کوئی قول و فعل، اس کی شریعت کا کوئی مسئلہ، اس کی لکھی ہوئی تقدیر کا کوئی حرف حکمت سے خالی نہیں۔ وہ بلندی اور برتری والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی مسجود۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ جاثیہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ پچیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدللہ۔



---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الکبر (٢٦٢٠) ابوداؤد : کتاب اللباس (٤٠٩٠) ابن ماجه : کتاب الزهد (٤١٧٤) مسند احمد (٢/٢٤٨)]